[illegible]

عارف ابو العلائی

قاضی پرگنہ ہمت تورہ سرکار بیدک صوبہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

مؤلف

فرہنگ عثمانیہ، شجرۂ اعظم جاہ آصفیہ، سفر نظام علیخان بہادر، تذکرہ سلاطین دکن،

حیات سر سالار جنگ اول (مرحوم)، اصول شاعری،

احکام شرع، دکن کی زبان

تالیف مولوی فرقانؔ عار ابو العلائی صاحب

جو زیر اشاعت ہیں

فرہنگ عثمانیہ حصہ اوّل

اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن زیر طبع ہے جسکی قیمت حسب فرمان خسروی (ضمہ پانچ روپیہ مقرر ہے جو سررشتہ عدالت و تعلیمات و مالگزاری میں خریدی جارہی ہیں

عالیجناب نواب مہدی یار جنگ بہادر (حال صدالمہام سیاسیات)

عالیجناب نواب اصغر یار جنگ بہادر (رکن ہائیکورٹ)

جناب نواب سہراب نواز جنگ بہادر آنجہانی

عالیجناب مولوی غلام دستگیر صاحب (پرسنل معتمد پیشی خداوندی)

و دیگر معزز حضرات کی

آرار کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ کتاب فرہنگ عثمانیہ عدالت و تعلیمات و مال گزاری کے لئے بیحد مفید ہے معزز وکلاء و جاگیرداران و انعامداران وغیرہ صاحبان جلد اسکی خریداری کا آرڈر روانہ فرمائیں

(بقیہ تین جلدیں بھی زیر طبع ہیں)

ملنے کا پتہ :- مطبع ادبیہ نامپلی اسٹیشن (جس باغ)
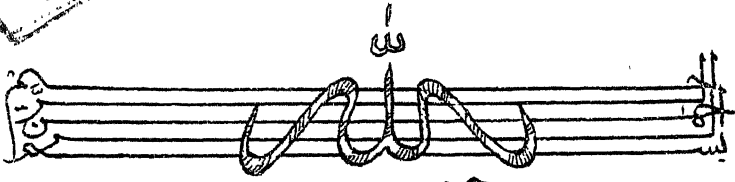
بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعہ

در مدح سلطان العلوم شہریار دکن صانہ اللہ عن الشر والفتن

ہاں سنا کرتے تھے ہم نام سکندر اب تک
آج ہم نے تجھے اے آصف دوراں دیکھا

ہفت اقلیم میں شاہا ہے حکومت تیری
سارے عالم کو ترا تابع فرمان دیکھا

چشم بد دور خدا رکھے سلامت دائم
دور عثماں ہی کو زینت دہ ایماں دیکھا

عہد میں تیرے سلیمان دکن آصفجاہ
حیدرآباد کو ہم نے چمنستان دیکھا

کون ایسا ہے نمکخوار جو اس در کا نہیں
ہم نے گھر تیرے شہنشاہوں کو مہمان دیکھا

ہو مبارک تجھے استاد کی پیشین گوئی
مرحبا ہاتھ ترے فتح کا میدان دیکھا

دیکھکر ظل الٰہی کو کہا عارف نے
چاروں اصحاب کو عثماں کا نگہباں دیکھا

الف

دمِ نزع میں نے جو خواجہؒ پکارا
ہوئی مشکل آساں بنا وہ سہارا

نبی و علیؓ کی ہے آنکھوں کا تارا
خدا کا بھی پیارا ہے خواجہ ہمارا

شہنشاہِ سنجرؒ سے ہے عرض میری
ادھر بھی نگاہِ کرم ہو خدارا

تمہارے ہی ہاتھوں ہے اب لاج خواجہ
مری مشکل آسان کرنا خدارا

میں جاؤں کہاں کون حامی ہے تم سا
مجھے تو فقط ہے تمہارا سہارا

ہوئیں مشکلیں میری آسان فوراً
جہاں پیارے خواجہ کو میں نے پکارا

درِ شاہِ سنجر پہ حاضر ہوئے ہیں
یقیں ہے کہ بھر دیں گے دامن ہمارا

نہ کیوں فخر ہو ہم کو خواجہ پہ اپنے
ہے ولیوں کا سرتاج خواجہ ہمارا

مدد کے لئے میری آئے اسی دم
بصد شوق و ارماں جو میں نے پکارا

نہ تائید کیونکر کرے وہ ہماری
ہیں خواجہ کے ہم اور خواجہ ہمارا

مرے بختِ خفتہ کو خواجہ جگا دو
ہے اب در پہ حاضر قسمت کا مارا

ہمیں کیا ہے خواجہ سے نسبت نہ پوچھو
ہم اس کے ہیں بندے وہ خواجہ ہمارا

خدا کے لئے اب مدد کیجئے گا
پراگندہ خاطر ہے عارفؔ تمہارا

بخیر کاش ہو انجام آشنائی کا
وفا کا شوق مجھے اُن کو بیوفائی کا

ترے قدم پہ جو سر ہے ترے فدائی کا
غرض ہے بوسہ بہانا ہے جبہ سائی کا

جما ہوا ہے مرے دل میں شوقِ وصل ایسا
خیال آئے تو کیا آرے پارسائی کا

جناب شیخ سمجھتے ہیں مے ہے شیشہ میں
خبر نہیں کہ یہ ہے خون پارسائی کا

وہ اپنے پاؤں سے ٹھکراتے ہیں سر میرا
اب آ رہا ہے مزہ مجکو جبہہ سائی کا

لگا رہے کوئی تسمہ نہ میری گردن میں
ذرا ابھی ہاتھ لگاؤ جو تم صفائی کا

ہوا وصال تو دل کو خوشی ہوئی لیکن
ملال اب ہے غمِ ہجر کی جدائی کا

بگڑتے روٹھتے ہیں بات بات پر یہ حسیں
نرالا ڈھنگ نکالا ہے دل ربائی کا

بتوں کے ساتھ کٹی عمر ساری عارفؔ کی
پھر اس پہ آپ کو دعویٰ ہے پارسائی کا

پڑھا ہے جب سے سبق میں نے بے ریائی کا
رہا نہ حوصلہ کچھ دل میں پارسائی کا

طریقہ خضر نے سیکھا جو رہنمائی کا
ہے سارا صدقہ محمدؐ کی مصطفائی کا

جو بال و پر سے رہا کرتا مجکو اے صیاد
نتیجہ کچھ تو نکلتا مری رہائی کا

نظر بچا کے چلا سوئے میکدہ زاہد
غضب ہوا جو کیا خون پارسائی کا

عبث ہے ذکرِ وفا اُن کے سامنے اے دل
سبق پڑھا ہی حسینوں نے بیوفائی کا

گناہگاروں کو محشر میں لینے آئے گی
خدا کا حکم ہے رحمت کو پیشوائی کا

بہت ہی خوب ہے مصرع جلیل کا عارفؔ
جو ہو وصال تو پردا اُٹھے جدائی کا

گلشن میں کچھ عجیب ہی لطفِ بہار تھا
جامِ شراب ہاتھ میں پہلو میں یار تھا

مجھ سے نہ پوچھ نزع میں کیوں بیقرار تھا
چشمِ امید وا تھی ترا انتظار تھا

بیگانہ تو ہوا تو بتا اپنا کون ہو
دل میرا آپ لیتے ہی انجان ہو گئے
آہٹ پہ کان در پہ نظر بیقرار دل
تسکین ہو گئی جو شبِ وعدہ آ گئے
یوں تو بڑی ہی شان سے ہم سے ملا تھا رات
افسوس ایک بوسہ پہ اتنا بگڑ گئے
ولمیں تھی یاد آنکھیں تھیں در پر لگی ہوئیں
صدقے میں اس ادا کے کہا اُس نے حال مرگ
یارب ہمارے خواب کی تعبیر ہو یہی
مقتل میں دونوں شاد تھے اپنے خیال میں
رحمت نے اس کی لے لیا آغوش میں مجھے

اے دل مجھے تو تجھ پہ بہت اعتبار تھا
کیا مجھ سے آپ کا یہی قول و قرار تھا
کچھ اس طرح سے وصل کی شب انتظار تھا
ورنہ قسم خدا کی بڑا انتظار تھا
پہلو سے جب وہ اُٹھ کے چلا شرمسار تھا
لے لیتے اپنا بوسہ اگر ناگوار تھا
وقتِ اخیر اُن کا بہت انتظار تھا
افسوس باوفا تھا مرا جاں نثار تھا
جیسا کہ رات خواب میں وہ ہمکنار تھا
منظور قتل اسے مجھے دیدارِ یار تھا
بارِ گناہ سے تو بہت شرمسار تھا

عارف بتوں کے عشق نے کافر بنا دیا
ورنہ میں اُس سے پہلے بڑا دیندار تھا

موقع یہی ہے یار سے بوس و کنار کا
کہتا ہے رنگ میرے دلِ داغدار کا
بادِ صبا چراغ بجھا دے مزار کا
کانٹوں سے کچھ خلش تجھے بلبل نہ چاہیے
ساغر بھی ہے شراب بھی گلزار بھی مگر
جھرمٹ ہے حسرتوں کا برستی ہے بیکسی

کیا جوش آفریں ہے یہ موسم بہار کا
پہلو میں یار ہو تو مزا ہے بہار کا
آنے کا ہے ارادہ کسی پردہ دار کا
رشتہ لگا ہوا ہے ہر اک گل سے خار کا
ساقی ہی جب نہیں تو مزا کیا بہار کا
آسان یہ پتا ہے ہمارے مزار کا

اک ضربِ حیدریؓ میں ہزاروں ہوئے ہیں قتل
کفار چکھ چکے ہیں مزا ذوالفقار کا

لائیں گی اُن کو میری وفائیں پسِ فنا
مل جائے گا پتہ اُنہیں میرے مزار کا

کیا دلربا ہے حُسنِ خداداد دیکھئے
ہر پھول آئینہ ہے عروسِ بہار کا

کیوں دھجیاں اُڑاتا ہے دامان و جیب کی
آنے دے اے جنوں ابھی موسم بہار کا

تمنا یہ ہے کہ فاتحہ کوئی نہ پڑھ سکے
باقی نہ رکھا اُس نے نشاں تک مزار کا

اُس نے دیا یہ میرے خطِ شوق کا جواب
کچھ روز اور لوٹو مزا انتظار کا

لائیں گی رنگ اپنی وفائیں پسِ فنا
ڈھونڈیں گے وہ نشان ہمارے مزار کا

تم سے ہے میری ساقئ کوثر یہ التجا
رکھنا خیال حشر میں اس بادہ خوار کا

مجھ پر بھی ہو نگاہِ کرم حضرتِ **جلیل**
عارف ہے نام آپ کے اک خاکسار کا

کچھ اس طرف بھی صدقہ جوانی کا شاہِ حسن
عارف ہے نام آپ کے اُمیدوار کا

خال و خط کا میرے سر میں جب سے سودا ہو گیا
وحشتِ پیمائی کا دل میں شوق پیدا ہو گیا

آئینے خانہ میں جب وہ جلوہ فرما ہو گیا
خود تماشائی بنا اور خود تماشا ہو گیا

خاک چھانی ہجرِ جاناں میں ہا صحرا نورد
جو نوشتہ مری قسمت کا تھا پورا ہو گیا

آئینے سے سخت نفرت ہے الٰہی خیر ہو
اپنی یکتائی کا اُن کو آج دعویٰ ہو گیا

دل کو ہم سمجھے تھے اپنا دوست وہ نکلا رقیب
رازداں سے اپنا سارا راز افشا ہو گیا

لیلےٰ محمل نشیں کی بے وفائی دیکھئے
قیس کی صورت نظر آتے ہی پردا ہو گیا

تھا یقیں دل کو کہ وہ ظالم بھی ہے سفاک بھی
پھر بھی یہ نادان اُسی کافر کا شیدا ہو گیا

آنکھ اب ہم سے چراتے ہیں عزیز و اقربا
ہاتھ خالی دیکھ کر بے رخ زمانا ہو گیا

نعتیہ

اک وجودِ پاک سے شمس الضحیٰ کے دہر میں
ساری تاریکی مٹی روشن زمانا ہو گیا

خوف کیا ہے حشر کا جب ہیں شفیع المذنبیں
اپنی بخشش کا ہمیں اچھا سہارا ہو گیا

ہو گیا وقتِ سحر آنکھیں ملو ہوشیار ہو
سو رہے ہو کیا اٹھو عارفؔ اجالا ہو گیا

رسیلی نگاہیں دکھائے چلا جا
مجھے مست و بیخود بنائے چلا جا

جو مرتا ہے تیری محبت میں ہر دم
اُسے اے مسیحا جلائے چلا جا

تیرے جور و ظلم و ستم کے میں صدقے
ستائے چلا جا ستائے چلا جا

نہ جائے گا یہ دردِ دل اے مسیحا
دوا لا کہ مجکو کھلائے چلا جا

مجھے ساقیا اپنے ہاتھوں سے ساغر
پلائے چلا جا پلائے چلا جا

یقیں ہے کہ وہ جلوہ افگن ہو دل میں
تصور تو اُس کا جمائے چلا جا

اگر تجھ سے مانگوں میں اک گھونٹ ساقی
تو ساغر پہ ساغر پلائے چلا جا

تیرے ناز و انداز پر اے مسیحا
میں مرتا رہوں تو جلائے چلا جا

تو اس رسمِ الفت کو رکھ یاد اے دل
وہ روٹھا کرے تو منائے چلا جا

کبھی تو وہ آئے گا گھر اپنے عارفؔ
پکارے چلا جا، بلائے چلا جا

ازل سے دل مرا وحشت زدہ ہے عشق پُرفن کا
بیاباں میں مزا آتا ہے مجھکو سیرِ گلشن کا

خیال آتا ہے رہ رہ کر کسی کے حسنِ پُرفن کا
ادا کا ناز کا غمزے کا شوخی کا لڑکپن کا

بت پرفن سے ممکن نہیں دل چھین لے میرا
محافظ ہو خدا جس کا اسے کیا خوف رہزن کا

چلا ہے میکدے سے عالم مستی میں یوں زاہد
کہ اک ہاتھ میں ساغر تو ہے اک ہاتھ میں مٹکا

خدا رکھے مرے قاتل کو جس نے آج مقتل میں
لگا رکھا نہ باقی کوئی تسمہ میری گردن کا

حجاب بے حجابی ہائے کیا دل چھین لیتا ہی
لئے ہیں آسرا وہ بزم میں تک کان کی چلمن کا

مٹا دے قبر کو بھی جس طرح مجھ کو مٹایا ہے
نشاں باقی نہ رکھنا اے ستمگر میرے مدفن کا

جزاک اللہ کہئے دست نازک کی صفائی پر
کیا ہے فیصلہ اک وار میں قاتل نے گردن کا

پس مردن ستمگر کو نرالا کھیل سوجھا ہے
مٹاتا ہے بنا کر ہر گھڑی تعویذ مدفن کا

تعصب نے دونوں میں پھوٹ کچھ اس طرح ڈالی ہی
نہیں مٹنے کا جھگڑا حشر تک شیخ و برہمن کا

بنا ہی پردہ پوش آنے کو ہے گور غریباں پر
صبا اللہ گل کر دے چراغ اب میرے مدفن کا

ابھی گلچیں کے دل میں میری جانب سے کدورت ہے
مجھے دے کر چھری پیچھا لیا ہی اب نشیمن کا

بہار گل ہی جوش دل ہی اور پہلو میں لب ہے
مزا آجائے گا زاہد کو بھی اب سیر گلشن کا

حقیقت کیا ہی اے زاہد تری اس شوخ کے آگے
پھسلتے ہیں فرشتے بھی نظارا کر کے جوبن کا

جو دیکھی چاک دامانی کسی کی جذب الفت میں
گریباں نے قدم چوما ہے بڑھکر آج دامن کا

جسے ہو آئینہ پر بدگمانی اس کو کیا کہئے
دل دیوانہ وارفتہ ہوا ہی ایسے بدظن کا

ادھر صیاد دشمن ہے ادھر گلچیں مرا دشمن
رہے گا اب نہ باقی ایک بھی تنکا نشیمن کا

غلامی کا شرف حاصل ہوا ہی آج اے عارف
جلیل استاد میں خوشہ چیں ہوں ان کے خرمن کا

تماشا کرتے جو تجھے اے شہ خوباں دیکھا
آئینے کو بھی ترے حسن پہ حیراں دیکھا

قتل کے بعد انہیں میں نے پشیماں دیکھا
خون کا میرے جو دھبہ سر داماں دیکھا

حسن کے رعب سے ہر ایک کو لرزاں دیکھا
جس کو دیکھا تری محفل میں پریشاں دیکھا

بزم میں اس نے اٹھادی جو نقابِ عارض
مثلِ پروانہ ہر اک شمع کو قرباں دیکھا

یاد آیا مجھے داغِ دلِ محزوں اپنا
تیرے رخسار پہ جو خال نمایاں دیکھا

دی دعا دل سے یہ میں نے کہ تری عمر دراز
خوں میں اپنے جو ناوک ترا غلطاں دیکھا

چل دئے چھوڑ کے تربت میں اکیلا افسوس
ہمدموں نے جو مجھے بے سروساماں دیکھا

کی مدارات جگر پارۂ خوں دل سے
اپنے سینے میں ترا تیر جو مہماں دیکھا

آگیا یاد مرا بھولنے والا مجھکو
محفلِ غیر میں جب عیش کا ساماں دیکھا

رو دیا غیروں کے رونے پہ مرے قاتل نے
خوں میں مجکو پسِ ذبح جو غلطاں دیکھا

پیار سے لیں تری زلفوں کی بلائیں ہم نے
ان بلاؤں سے رقیبوں کو پریشاں دیکھا

اپنے آغوش میں رحمت نے مجھے لے ہی لیا
روزِ محشر جو گناہوں سے پشیماں دیکھا

غالباً تیرے ہی نالوں کا اثر ہے اے دل
اپنے گھر آتے ہوئے اُن کو پریشاں دیکھا

حسن پہ تیرے نہ کیوں رشک ہو اے رشکِ قمر
جب فرشتوں کو بھی انگشت بدنداں دیکھا

میکدہ چھوڑ چکے ہم تو کہا یاروں نے
تم کو **عارف** بخدا صاحبِ عرفاں دیکھا

نا روا خوں بہا دیا دل کا
حشر اچھا ہو میرے قاتل کا

دیکھ کر قتل گہ میں قاتل کو
آج نکلے گا حوصلہ دل کا

آنکھ لڑتے ہی اُس ستمگر نے
کر دیا ہائے فیصلہ دل کا

کیا قیامت ہے حسرتِ دیدار
دم نکلتا نہیں ہے بسمل کا

جلد بہرِ خدا خبر لینا
حال اچھا نہیں مرے دل کا

دشت میں قیس کی طرح اے دل
منتظر رہ کسی کے محمل کا

خوش رہے گا وہی دو عالم میں — جس نے دل خوش کیا ہو سائل کا

وصل کی رات آئی ہے **عارف**
خوب نکلے گا حوصلہ دل کا

دل ہے وارفتہ فتنہ قامت کا — یعنی مشتاق ہے قیامت کا
شکوہ کس سے کروں محبت کا — کون سنتا ہے حال فرقت کا
موت ہے عرف شام فرقت کا — زندگی نام ہے محبت کا
ظلم و جور و جفا ہے خو اس کی — کچھ بھی موقع نہیں شکایت کا
اس پہ جو مر مٹا خدا کی قسم — رتبہ اس کو ملا شہادت کا
او ستمگر خبر نہیں تجھ کو — آنے والا ہے دن قیامت کا
آبرو تیرے ہاتھ ہے خنجر — آج ہے امتحان محبت کا
کل جو آنے کو آپ کہتے ہیں — یہ بھی وعدہ ہے کیا قیامت کا
جان بھی نذر کر دوں جاناں کے — ہے تقاضا یہی طبیعت کا
آئینہ خانہ دل ہے داغوں سے — کیوں نہ ہو یہ مقام حیرت کا
ہائے دل کو مٹا دیا تو نے — نقش تھا اس میں تیری صورت کا
میکشی اور بڑھ گئی ناصح — تو نے دیکھا اثر نصیحت کا
جلوہ آرا وہ جس جگہ ہوں گے — ہوگا عالم وہاں قیامت کا
میکدہ دیکھ کر کہا دل نے — یہ ہے سربستہ راز جنت کا
چاہتے ہیں نکالیں دل کا غبار — وہ مٹا کر نشان تربت کا
میں بھی دیکھوں کہ آج مقتل میں — کون بھرتا ہے دم محبت کا

مصطفےٰ کا جو نام لے دل سے
قبر میں کیا عذاب ہو مجھ پر
عارف اُستاد کو خدا رکھے

مستحق ہے وہی شفاعت کا
ہوں میں ادنیٰ غلام حضرت کا
ہے یہ سب فیض اُن کی صحبت کا

لب فریاد بند کر عارف
کون سنتا ہے حال فرقت کا

جھگڑا عشاق کا تم نے نہ مٹانا جانا
ہائے قسمت سے مسیحا بھی ملا ہی کیا خوب
کوئی مونس ہے نہ غمخوار نہ ہمدم اپنا
مہرباں یہ بھی ہے کچھ بات کہ آتے ہی چلے
دل نہ ٹھہرا کسی پہلو سے مرے پہلو میں
چپکے چپکے جو اُدھر ہاتھ بڑھایا میں نے
کیوں نہ ہو جاؤں دل و جاں سے میں صدقے اس پر

فتنۂ خفتہ کو ٹھوکر سے جگانا جانا
مر گئے ہم نہ کبھی اُس نے جلانا جانا
ہجر جاناں میں نفس ہی کا ہے آنا جانا
بیٹھو بیٹھو ابھی کیا جلدی ہے جانا جانا
کوچۂ یار کو اُس نے جو ٹھکانا جانا
شک کو دھوکا ہوا جوبن کو خزانا جانا
ناوک افگن نے مرے دل کو نشانا جانا

بدظنی دیکھئے کس درجہ بڑھی ہی عارف
مر گئے بھی تو ستمگر نے بہانا جانا

نہ سہی گر نہیں نکلا کوئی ارماں اپنا
فصل گل میں ہے عجب رنگ بیاباں و جنت کا
اے جنوں فکر ہے کیا آبلہ پائی کی ہمیں

شکر ہے ناوک قاتل تو ہے مہماں اپنا
دامن گل کی طرح چاک ہے داماں اپنا
دشت اپنا ہے، ہر اک خار بیاباں اپنا

ناوکِ ناز خدا کے لئے دل سے میرے
اور کچھ دیر لگا رہنے دے پیکاں اپنا

بے کسی کی بھی عجب موت ہے اے وائے نصیب
آج بے گور و کفن ہے تنِ عُریاں اپنا

چھیڑ کر دل کو دکھانے کا جو ملتا پہلو
شوق سے ہم بھی دکھاتے غمِ پنہاں اپنا

بارِ منت سے ہوئے پھر بھی سبکدوش نہ ہم
سر جُدا کر کے جتاتے ہیں وہ احساں اپنا

کیا مزہ ہو کہ نکالیں وہ جگر سے پیکاں
ساتھ پیکاں کے ہو لپٹا ہوا ارماں اپنا

حشر کا خوف ہی کیا دل میں ہو اپنے **عارف**
مصطفیٰ اپنے خُدا اپنا ہے قرآں اپنا

دل جو اُن کا ہوا مرا نہ ہوا
یہ بھی اچھا ہوا بُرا نہ ہوا

پھیر لی اُس نے جب سے اپنی نظر
نخلِ دل پھر کبھی ہرا نہ ہوا

اُس کے کوچے میں وائے بربادی
خاک ہو کر بھی نقشِ پا نہ ہوا

جس پہ ڈالی نظر ہوا بسمل
تیر اُن کا کبھی خطا نہ ہوا

مقتلِ خجل ہوئے دونوں
دیکھ کر یہ کہ سر جُدا نہ ہوا

شکر ہے آئے ہیں وہ بالیں پر
نالۂ دل تو نارسا نہ ہوا

جز درِ میکدہ سبو کی قسم
آج تک میں تو جبہہ سا نہ ہوا

دل دیا ایسے شوخ کو جس کا
عہد و پیماں کبھی وفا نہ ہوا

مر گئے بھی تو کیا ہوا **عارف**
دامِ گیسو سے دل رہا نہ ہوا

آفریں دل کو کہ اک قاتل پہ مائل ہو گیا
جان کر بھی موت کے مدِ مقابل ہو گیا

شکر ہے اب تو سکونِ قلب حاصل ہو گیا
اُس کے قدموں پہ جو لوٹا، لوٹ قاتل ہو گیا

دیکھئے یہ بات بھی کیا اتفاقی بات ہے
اُن کا پیکاں میرے دل میں رہ کے اک دل ہو گیا

خود پھنسا دامِ بلا میں جان پر بھی بن گئی
مدعا اب تو دلِ ناشاد حاصل ہو گیا

بیقراری پر مری مقتل میں تھی کیفیت
وجد میں خنجر رہا قاتل بھی بسمل ہو گیا

فال بھی نکلی تو قسمت سے مرے ہی نام پر
شکر ہے بارِ امانت کا میں حامل ہو گیا

اُس ستمگر کی ستم گاری کا کیا شکوہ کریں
اپنا ہی دل جب کہ **عارف** اپنا قاتل ہو گیا

کبھی تو غلاموں کے گھر آئے گا
کبھی تو جمال اپنا دکھلائے گا

غلاموں کو اپنے نہ ترسائے گا
چلے آئیے گا، چلے آئیے گا

یوں ہی ہم سے انجان رہئے گا کب تک
خدا کے لئے کچھ تو فرمائیے گا

مزہ آ گیا وہ جو ہنس کے یہ بولے
محبت میں اچھا ہے مر جائیے گا

جبیں سا جو ہونا ہے اے حضرتِ دل
درِ مصطفےٰ پر چلے جائیے گا

تڑپتے گذرتی ہے اپنی دکن میں
مدینے کے سرکار بلوائیے گا

غمِ ہجر میں آپ کے جاں بلب ہے
اب اتنا نہ **عارف** کو تڑپائے گا

مستِ خرامِ ناز تو مستی میں چور تھا
سمجھا تھا میں کچھ اور یہ میرا قصور تھا

تھے مصطفےٰ جو سایہ فگن دو جہان پر
صلِ علیٰ وہ سایۂ ربِّ غفور تھا

دیر و حرم کے جھگڑے مٹے دل سمٹ گئے
دونوں جگہ جو دیکھا اُسی کا ظہور تھا

جلوے کا تیرے دیکھنے والا نہ تھا نہ کوئی
دیکھا نہیں نگاہِ کرم سے مری طرف
بخشش تھی عام عرصۂ محشر میں اے کریم
محروم میں ہی ایک رہا چشمِ لطف سے
جلدی نے تیری سارا مزہ کرکرا کیا

موسیٰ تھے غش میں جلوہ سرِ کوہِ طور تھا
یہ جاں نثار بزم میں حاضر ضرور تھا
مجھکو نہ بخشنا تری رحمت سے دور تھا
بدقسمتی کہ یار کی محفل سے دور تھا
اے مشتِ خاک کچھ تو تامل ضرور تھا

بربادیوں کے بعد یہ عارف پتہ چلا
پہلو میں وہ چھپا تھا جو آنکھوں سے دور تھا

ہر وقت یہی رہتی ہے بسمل کی تمنا
کیا پوچھ رہا ہے دلِ بسمل کی تمنا
تسمہ نہ لگا رہنے دے اے خنجرِ قاتل
قاتل پہ نظر، حلق پہ خنجر رہے یارب
مرنے کا مجھے شوق ہی تڑپانے کا اس کو
ہر وقت تصور میں رہے یار کی صورت

پوری ہو الٰہی مرے قاتل کی تمنا
جو تیری تمنا ہے وہی دل کی تمنا
رہ جائے نہ دل میں کہیں قاتل کی تمنا
یوں پوری ہو اے کاش مرے دل کی تمنا
یہ میری تمنا ہے وہ قاتل کی تمنا
کیا پیاری تمنا ہے میرے دل کی تمنا

دریائے محبت میں فنا ہو تو مزا ہے
اچھی نہیں عارف لبِ ساحل کی تمنا

بصد نیاز جو اُن کو سلام ہم نے کیا
ادا یہ کہتی ہے مقتل میں کام ہم نے کیا

وہ ہنس کے بولے کہ عارف کو رام ہم نے کیا
نگاہ کہتی ہے دنیا میں نام ہم نے کیا

خدا کی شان ہے، وہ بت یہ آج کہتا ہے
تلاش یار میں کعبہ گئے تھے رستے میں
سزا جو چاہو وہ دے لو، ہے اختیار تمہیں
ہم اپنے جذبۂ کامل پہ سخت نادم ہیں
ہے اپنے شوقِ شہادت کا تیغ پر احساں

جنابِ شیخ کے دل میں مقام ہم نے کیا
جو بتکدہ نظر آیا سلام ہم نے کیا
قصورِ عشق تو اب لا کلام ہم نے کیا
جہاں میں آپ کا بدنام نام ہم نے کیا
نیام میں نہ کبھی چھپی بے نیام ہم نے کیا

کبھی حرم تو کبھی بتکدے گئے عارفؔ
اسی میں عمر کا حصّہ تمام ہم نے کیا

اس صفائی سے ترا تیرِ نظر بڑھنے لگا
تم جو پہلو سے اٹھے جینے کے لالے پڑ گئے
آہ کو ہم نے جو روکا، دل بھر آیا، کیا کہیں
دل جگر میرے نہ بہہ جائیں کہیں سیلاب میں
اس تجاہل کے میں صدقے، جان کر وہ شوخ چشم
فائدہ کیا چارہ سازی سے مریضِ عشق کی

ڈوب کر دل میں مرے سوئے جگر بڑھنے لگا
دردِ دل میں کیا بتاؤں کس قدر بڑھنے لگا
ضبط گر نالے کئے دردِ جگر بڑھنے لگا
آنسوؤں کا تیرے طوفاں چشمِ تر بڑھنے لگا
پوچھتا ہے مجھ سے کیوں دردِ جگر بڑھنے لگا
کی دوا جتنی مرض اے چارہ گر بڑھنے لگا

واہ صاحب تم نے عارفؔ کا کیا اچھا علاج
دل پہ رکھا ہاتھ تو دردِ جگر بڑھنے لگا

قطرۂ خوں نہ مرے زخمِ جگر سے نکلا
ٹکڑے ہو ہو کے جگر دیدۂ تر سے نکلا

اشک بن بن کے وہی دیدۂ تر سے نکلا
یہ ثمر عشق و محبت کے شجر سے نکلا

ایک انداز میں دونوں کو سرافراز کیا
نور ہی نور تھا سرکار کا جسمِ اطہر
چٹکیاں لیتا رہا بیٹھ کے آخر دم تک
خاک ہو کر بھی رہے خاکِ درِ جاناں ہم

دل سے ہوتا ہوا ناوک جو جگر سے نکلا
اس سے ثابت ہوا پٹکا جو کمر سے نکلا
تیر قاتل کا نہ دل سے نہ جگر سے نکلا
قیس دیوانہ تھا صحرا کو جو گھر سے نکلا

بڑھ کے لی تیغ ادا نے خبر اس کی عارف
بچ کے اس شوخ کے جو تیرِ نظر سے نکلا

جس دم وہ شوخ چشم پئے امتحاں اٹھا
پہلو سے میرے ہائے جو وہ جانِ جاں اٹھا
سینے پہ ہاتھ رکھ کے وہ بولے کہاں ہے درد
تیرِ جفا سے لاکھوں شہیدِ وفا ہوئے
دو تنکے آشیانے کے گلشن میں دیکھکر
ساقی کے دم کے ساتھ تھا سب لطفِ میکشی
حسرت نکل گئی جو کہا اس نے بعدِ مرگ
ہے باغباں کا حکم چھری پھر عندلیب
ساتھ اس کے اٹھ کھڑے ہوئے فتنے بھی حشر کے

دل تھامے جاں نثاروں کا اک کارواں اٹھا
پہلو بدل بدل کے دلِ ناتواں اٹھا
یا رب میں کیا بتاؤں کہ درد اب کہاں اٹھا
قاتل کبھی تو مجھ پہ بھی تیغِ رواں اٹھا
بجلی ادھر گری تو ادھر باغباں اٹھا
جب وہ اٹھا تو بزم سے سارا جہاں اٹھا
دنیا سے آج ایک مرا نیم جاں اٹھا
فصلِ بہار آئی ہے اب آشیاں اٹھا
جب مستِ ناز بزم سے دامن کشاں اٹھا

عارف تھا مست لوٹ تمام اہلِ بزم تھے
کچھ اس ادا و ناز سے وہ نوجواں اٹھا

دیدہ گریاں سینہ بریاں قلب حیراں ہو گیا
یار کی محفل میں جو آیا پریشاں ہو گیا

روئے قاتل پر ٹھہر سکتی کسی کی کیا نظر / تیغِ عریاں دیکھ کر ہر ایک لرزاں ہو گیا

خنجرِ قاتل گلے آ کر ملا اس پیار سے / حسرتِ دل مٹ گئی اور پورا ارماں ہو گیا

مجھ سے چھپ کے وہ کہاں جاتا فقط آنا کیا / میری آنکھوں سے نکل کر دل میں پنہاں ہو گیا

داورِ محشر سے کچھ کہنے نہ پایا دردِ دل / منفعل ان کو جو دیکھا میں پشیماں ہو گیا

دل میں ٹھانی تھی کہ اُس سے کچھ کہونگا میں مگر / آئینہ رُو سامنے آیا کہ حیراں ہو گیا

ہو گیا کامل سکونِ قلب اب حاصل مجھے / شکر ہے دل میں خدنگِ یار مہماں ہو گیا

عارف اپنا دوست کوئی بھی نظر آتا نہیں
ہم نے دل جس کو دیا وہ دشمنِ جاں ہو گیا

ب

ہے یہی موسم پلا ساقی شراب / جوش پر ہے آج کل اُن کا شباب

آنکھوں، آنکھوں میں پلا ایسی شراب / جس سے میں دائم رہوں مست و خراب

دیکھ کر اُس بت کو پہلو میں مرے / رشک سے زاہد ہوا جل کر کباب

جس قدر مہلت ملے، کر لو مزے / آدمی دنیا میں ہے مثلِ حباب

بوسہ بازی کا ہے اچھا لین دین / حشر میں ہوگا نہ بوسوں کا حساب

اہلِ محفل تھام کر دل رہ گئے / سامنے جب یار آیا بے نقاب

نذر کرنا جان و دل معشوق کے / ہے یہی درسِ محبت کا نصاب

صبحدم گھر سے مرے جب وہ چلا / دیکھ کر اعدا ہوئے جل کر کباب

تشنگی سے دم لبوں پر آ گیا / ایک چلو ہی پلا، ساقی شراب

فکرِ عصیاں کیا کریں ہم کیوں کریں
فاتحہ پڑھ کر مری تربت پہ وہ
یار کی اُٹھتی جوانی دیکھکر
نام لیوا ہیں حبیبِ پاک کے
ہے اِنہیں کے دم قدم سے شاعری

جب کہ رحمت ہے خُدا کی بے حساب
لوٹتا ہے دُونوں ہاتھوں سے ثواب
ریشِ زاہد پر چڑھا رنگِ خضاب
ہم گنہگاروں پہ کیا ہوگا عذاب
ہیں جلیلُ القدر بیشک لاجواب

چھوڑدو پیری میں عارفؔ میکشی
میکشی کا تھا مزا وقتِ شباب

ت

دل جب سے ہو گیا ہے نذرانۂ محبت
کچھ تجھ کو میرے دل کی اے شمع و خبر ہے
مجنوں و کوہکن سے پڑھ کر ہے درد آگیں
ساقی سے ہے ملامت تا روزِ حشر نوشیں
لبریز کردے ساقی الطاف کی نظر سے

ایمان ہو گیا ہے بعیانۂ محبت
دن رات جل رہا ہے پروانۂ محبت
کیونکر سنائیں یارب افسانۂ محبت
آباد میکشوں سے خمخانۂ محبت
خالی رہے نہ ہرگز پیمانۂ محبت

پھر اجڑی بستی عارفؔ آباد ہو رہی ہے
پھر میرا گھر ہوا ہے کاشانۂ محبت

ج

مے ہے ساغر ہے یار ہے سچ مچ — دیکھنے کی بہار ہے سچ مچ
میرا دل واغدار ہے سچ مچ — اک چراغِ مزار ہے سچ مچ
صدمۂ ہجرِ یار ہے سچ مچ — چشمِ تر اشک بار ہے سچ مچ

نعتیہ

ذاتِ پاکِ جنابِ ختمِ رسل — مظہرِ کردگار ہے سچ مچ
اب بلا لو مجھے مدینے میں — زندگی ناگوار ہے سچ مچ
قبر میں بھی جو ہیں کھلی آنکھیں — آپ کا انتظار ہے سچ مچ
مر مٹے ہم خبر نہ لی اُس نے — یار غفلت شعار ہے سچ مچ
محو ہیں یوں خیال میں گویا — اپنے پہلو میں یار ہے سچ مچ
شوق سے آکے رہ تو پردہ نشیں — میرا دل پردہ دار ہے سچ مچ
وہ جو آنکھوں سے آگیا دل میں — چشمِ تر بیقرار ہے سچ مچ
آپ آئیں تو کچھ قرار آئے — دل بہت بیقرار ہے سچ مچ
نام لینا بھی اپنے شیدا کا — اب اُنہیں ننگ و عار ہے سچ مچ
میرے گھر آپ کے قدم آنا — باعثِ افتخار ہے سچ مچ
کر رہا ہے جو میری بربادی — دل میں تیرے غبار ہے سچ مچ

پہلے عارفؔ تھا پارسا لیکن
اب تو وہ بادہ خوار ہے سچ مچ

خ

موسمِ گل میں ہیں کیا کیا گلِ خنداں گستاخ — جوشِ وحشت سے ہوئے چاک گریباں گستاخ

چھیڑ کرتے ہیں جو یاد آ کے تمہارے گیسو
اک قیامت کی ہوئی ہے شبِ ہجراں گستاخ

چٹکیاں لیتا ہے اُس شوخ کا پیکاں دل میں
ہم نے دیکھا نہیں ایسا کوئی مہماں گستاخ

یہ مثل سچ ہے کہ صحبت کا اثر ہوتا ہے
ہوا اُس شوخ سے مل کر دلِ ناداں گستاخ

چھیڑتے ہیں کبھی نوک کی لیتے ہیں کبھی
میرے چھالوں سے ہیں کیا خارِ بیاباں گستاخ

کھل گئی عشق و محبت کی حقیقت سب پر
ہو گئے جبکہ مرے دیدۂ گریاں گستاخ

کیوں نہ بسمل کی تڑپ میں ہو اضافہ عارف
ہو گئی ہے خلشِ ناوکِ مژگاں گستاخ

د

تھے یاد صدمہائے فراق ابتدا کے بعد
کچھ بھی ہمیں خبر نہ رہی انتہا کے بعد

لے کام صبر سے دلِ مضطر کہ ایک دن
ہوگا وہ منفعل ستمِ ناروا کے بعد

واعظ تو ذکرِ جنت و دوزخ کو چھوڑ دے
کیا ہوگا کیا خبر تجھے روزِ جزا کے بعد

رحمت کا جوش اشکِ ندامت کے ساتھ ہے
لازم ہے انفعال بشر کو خطا کے بعد

لاکھوں مسیحِ وقت ہوئے بندۂ خدا
لیکن کوئی نبی نہ ہوا مصطفیٰ کے بعد

مشہور ذوالفقار علی ہی جہاں میں آج
پیدا ہوا نہ یوں کوئی شیرِ خدا کے بعد

اے شوخ چشم کر مجھے پامال اس طرح
باقی رہے نہ کوئی تمنا فنا کے بعد

عارف نہ سمجھو کھیل حسینوں کی دوستی
دینی پڑے گی جاں بھی دلِ مبتلا کے بعد

نہ کرنا اے دلِ ناداں کبھی فغاں فریاد
غضب ہی ہوگا جو سن لے گا بدگماں فریاد

چمن گواہ ہے صحرا و کوہسار گواہ
فراق یار میں کی ہے کہاں کہاں فریاد

دہل گیا دلِ عالم تڑپ گیا قاتل
دہانِ زخم سے نکلی جو ناگہاں فریاد

غریب دل ہی پہ الزام دھرتے جاتے ہو
تمہیں کہو کہ کرے کیوں نہ بے زباں فریاد

یہ کیا خبر تھی کہ سن کر وہ روٹھ جائیں گے
بنے گی رنج و مصیبت کی داستاں فریاد

عجب الٹا زمانہ ہے کیا کہیں صد حیف
ہمیں پہ ٹوٹ پڑا سن کے آسماں فریاد

قفس میں آگ لگادی ہے آہِ بلبل نے
جگر ہو پانی اگر سن لے باغباں فریاد

کبھی تو دیکھ لو عارف کو تم اٹھا کے نظر
کبھی تو سن لو غریبوں کی مہرباں فریاد

ر

محبت میں بتِ نا آشنا کی مبتلا ہو کر
لٹا دی ہم نے ساری زندگانی باوفا ہو کر

عدو سے دل لگاتے ہو ہمارے دلربا ہو کر
بہت پچتاؤ گے تم یاد رکھو بے وفا ہو کر

مرے پہلو میں جب تک تھے سکونِ قلب حاصل تھا
مجھے بے موت تم نے مار ڈالا ہے جدا ہو کر

ہماری جبہہ سائی سے بتِ مہ پارہ ہاتھ آیا
خدا کے گھر میں کیا زاہد نے پایا جبہہ سا ہو کر

مری آنکھوں کی پتلی میں ہو تو نورِ نظر بن کر
مرے دل میں ہو تم میرے دل کا مدعا ہو کر

ملیں گے حور و غلماں خلد میں گر سچ ہے اے زاہد
بتا دے کیا رہیں گے یہ بھی ہم سے بے وفا ہو کر

نگاہِ ناز سے ناوک فگن نے مجکو کیا دیکھا
میں سمجھا میرے دل میں تیر اترا ہے قضا ہو کر

جدائی کی میں گھڑیاں کاٹتا ہوں تیشۂ غم سے
بنایا کوہکن تم نے مجھے شیریں ادا ہو کر

بتوں سے ترکِ الفت کا کیا ہے عہد عارفؔ نے
کنکھیوں سے پھر اب بھی دیکھتے ہیں یا خدا ہو کر

سلام

حلق پر شبیرؑ کے قاتل کا خنجر دیکھکر
تیر مارا ابھی تو کس پر تشنہ لب معصومؑ پر
رزمگہہ سے موڑتے منہ کیا وہ حق کے جاں نثار
کربلا میں جب چلی شمشیر سب تھرا گئے
پیچھے پیچھے ہٹ رہی ہی فوجِ دشمن رعب سے
اشقیا کا بھی کلیجا دیکھئے میدان میں
تشنگی کی کیفیت میں کیا کہوں اطفالؑ کی

قبر والے اُٹھ گئے آثار محشر دیکھکر
ہائے رحم آیا نہ تجھ کو اے ستمگر دیکھکر
شوق سے آگے بڑھے میدانِ محشر دیکھکر
جو ہنسا کرتے تھے اکثر تن بہتّرؑ دیکھکر
آگے آگے بڑھ رہے ہیں ابنِ حیدرؑ دیکھکر
پانی پانی ہو گیا شمشیرِ حیدرؑ دیکھکر
مضطرب ہو جاتے تھے سبطِ پیمبرؑ دیکھکر

حشر کے دن ساقیٔ کوثر سے یہ اُمید ہے
پیاس عارفؔ کی بجھا دیں گے وہ مضطر دیکھکر

اُس کی کچھ ایسی پڑی مجھ پر نظر
آئینہ دیکھو نہ اے رشکِ قمر
غیر کا کیوں ہو مرے دل میں گذر
کیوں پریشاں زلف ہی وقتِ سحر
ہو اگر تیری عنایت کی نظر
اب کسی کو چاہوں میں ممکن نہیں
دیکھ لے گر وہ نظر بھر کر مجھے

ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا میرا جگر
ہو نہ جائے آپ کو اپنی نظر
ہے خیالِ یار جب آٹھوں پہر
کیا کہیں مہمان تھے تم رات بھر
میں تو ہیں ہو خشک ڈالی سبز و تر
ایک دل تھا آ گیا وہ ایک پر
جان و دل قربان کر دوں یار پر

پھر ہوا صحرا نوردی کا خیال
مسکرا دیگا جو وہ غنچہ دہن

پھر دکھایا عشق نے اپنا اثر
پھول سے کھل جائیں گے زخم جگر

کاش ناوک سے ترے ملکر گلے
سرخ رو ہوتے مرے زخم جگر

آج کیوں چھرا ہے اُترا آپ کا
یہ تو فرماؤ کہاں تھے رات بھر

جان صدقے اُس نسیلی آنکھ کے
آنکھ ملتے ہی ہوا میں بے خبر

آکے وہ بیٹھے ہیں پہلو میں مرے
آج دیکھو میری آہوں کا اثر

اے نثار رخسار پاکِ مصطفےٰ
ہیں فدا شمس و قمر شام و سحر

ناوک افگن کا خیال آنا ہی تھا
دیکھو عارف بڑھ گیا دردِ جگر

ن

تو ئی کہ مظہرِ نورِ خدا غریبؒ نواز
تو ئی کہ رہبرِ کل اولیا غریبؒ نواز

شنیدہ ام کہ تو ئی خواجہ معین الدینؒ
بہرِ دو کون مددکن مرا غریبؒ نواز

بالفتِ تو پریشان و سخت حیرانم
نگر بحالِ منِ خستہ یا غریبؒ نواز

کنم بہ مقدمِ پاک تو جان و دل قرباں
بیا بہ کلبۂ ایں بے نوا غریبؒ نواز

بجز درت نہ روم بردرِ دگر شاہا
وسیلہ ہیچ نہ باشد مرا غریبؒ نواز

زراہِ عجز و ادب جا ضرورت شدہ ایم
نگاہِ لطف بکن سوئے ما غریبؒ نواز

غریب مفلس و کمتر غلام عارف ہست
بیا نگر بمنِ بے نوا غریبؒ نواز

مرجھائے ہوئے ہیں زخم جگر سلطان الہند غریبؒ نواز
کھل جائیں ابھی تم ہنس دو اگر سلطان الہند غریبؒ نواز

کیا عرض کروں میں حالتِ دل پوشیدہ نہیں ہے کچھ تم سے
للہ عنایت کی ہو نظر سلطان الہند غریبؒ نواز

تم آلِ نبیؐ اولادِ علیؓ اور بنتِ نبیؐ کے پیارے ہو
حسنینؓ کے ہو تم جان و جگر سلطان الہند غریبؒ نواز

تم سے نہ کہے تو کس سے کہے بیمارِ محبت حال اپنا
ہو تم ہی دوائے دردِ جگر سلطان الہند غریبؒ نواز

اے وارثِ تخت و تاجِ نبیؐ ہو ہند کے سلطان حامئ دین
اسلام نے پائی تم سے ظفر سلطان الہند غریبؒ نواز

بھر جائے ابھی دامن میرا گلہائے مقاصد سے شاہا
الطاف و کرم ہو جائے اگر سلطان الہند غریبؒ نواز

کیا نامِ مبارک ہے پیارا سلطان الہند معین الدینؒ
قربان ہیں تم پر جن و بشر سلطان الہند غریبؒ نواز

آسان کرو مشکل میری صدقے میں جنابِ عثمانؓ کے
اے شیرِ خدا کے نورِ نظر سلطان الہند غریبؒ نواز

محتاجِ نگاہِ لطف و کرم مدت سے تمہارا عارفؔ ہے
ہو جائے خدارا ایک نظر سلطان الہند غریبؒ نواز

ف

دل نہ تھا چشمِ ناز سے واقف
یعنی اُس فتنہ ساز سے واقف

میرا ہی دل ہے سارے عالم میں
تیرے راز و نیاز سے واقف

شبِ غم نے بھی پاؤں پھیلائے
ہو کے زُلفِ دراز سے واقف

سجدے یاروں سے شیخ نے سیکھے
وہ کہاں تھا نماز سے واقف

میرا دل اور میری جان دونوں
ہیں تری چشمِ ناز سے واقف

دل سے کشتوں کے کچھ مزہ پوچھو
غیر کیا تیغِ ناز سے واقف

آتشِ عشق میں جو جلتا ہے
ہے وہی سوز و ساز سے واقف

دلِ ناداں ہے پھر بھی وارفتہ
ہو کے اُس کینہ باز سے واقف

نہ ہوا آج تک کوئی افسوس
عارفِ پاکباز سے واقف

ق

دے مسیحا اگر دوائے فراق
مر کے جی جائے مبتلائے فراق

جان اُن پر نثار کر دینا
بس یہی ایک ہی دوائے فراق

مہرباں ہوتے یا نہ ہوتے آپ
کاش سن لیتے ماجرائے فراق

دل تو داغوں سے ہو گیا گلشن
تو نے کیا خوب گل کھلائے فراق

ہجر میں جان سے گذر جانا
اس کو کہتے ہیں انتہائے فراق

اُس سے پوچھو مزہ محبت کا
جس نے جھیلے ہیں صدمہ ہائے فراق

دیکھ لو رنگ میرے اشکوں کا
پوچھتے کیا ہو ماجرائے فراق

ورنہ اُلفت میں ہے خلافِ ادب
وصل کی آرزو بجائے فراق

اُن کا دیدار ہو اگر عارفؔ
پھر تو سمجھوں ہوئی دوائے فراق

ک

تڑپنے پر مرے رو رو دیے ہیں گھر کے مہماں تک — ہوئے خونبار اُس ناوکِ فگن کے تیر و پیکاں تک
جو پہنچی فصلِ گل آہستہ آہستہ گلستاں تک — جنوں نے رفتہ رفتہ مجکو پہنچایا بیاباں تک
دلِ وارفتہ کی وحشت کو جب دیکھا ترقی پر — گلے دامن سے مل کر روئے چاک گریباں تک
میں مدفون بھی ہوں پاسِ ادب اُس شوخِ پرفن کا — غبار اُٹھتا ہے جب آتا ہے وہ گورِ غریباں تک
الٰہی خیر ہو اب ضبط مجھ سے ہو نہیں سکتا — کہ آ پہنچی ہے نوبت عشق میں دست و گریباں تک
جو دیکھا رات اُس کو جلوہ فرما اپنے پہلو میں — بڑھایا ہاتھ میں نے زلف سے رخسارِ جاناں تک
اٹھا رکھا نہ اُس جلاد نے کوئی ستم ایسا — چلائے تیغ و خنجر اور سنان و تیر و پیکاں تک
نکلنا چاہتا ہوں جب کسی گل کے تصور میں — لپٹ جاتے ہیں دامن سے مرے خارِ بیاباں تک
رہا ہوں مدتوں مجنوں کی صورت بادیہ پیما — قدم چوما کئے ہیں شوق سے خارِ مغیلاں تک

کچھ ایسی بیکسی چھائی ہے عارفؔ اپنی تربت پر
ہیں اپنے ساتھ گویا دفن اپنے دل کے ارماں تک

ل

حسینوں کو ہوئے ناز و ادا جور و جفا حاصل — ہوئی اس بندۂ ناچیز کو طرزِ وفا حاصل

نہ کچھ سمجھے نہ سوچے دیدیا ہے ہم نے دل اُن کو
خدا جانے محبت میں بتوں کی ہوگا کیا حاصل

دل و جاں سے تو ہم قربان ایجاں تم پہ ہوتے ہیں
مگر تم ہو کہ کہتے ہو تری کوشش ہی لاحاصل

عجب تم خود غرض نکلے ہمارا لے کے دل ہم سے
سوال وصل پر کہتے ہو یہ بات لاحاصل

ہماری خاک کے ساغر بنائے صدقے ساقی کے
لب جاں بخش کے بوسے ہوئے بعد فنا حاصل

تصدق اس ادا کے بیٹھ کر پہلو میں کہتے ہیں
کہ اب تو آپ کے دل کا ہوا ہی مدعا حاصل

خفا ہو کر کبھی ہنس کر غرض اُس شوخ پرفن نے
مرے دل کو بڑے ہی مصلحت سے کر لیا حاصل

خدا کا شکر ہے آنکھوں سے وہ دل میں اُتر آئے
ہوا ہے آج اپنے دل کا عارف مدعا حاصل

م

یہ سن کے میں نے اِدھر کھائی ہے وفا کی قسم
جفا شعار نے کھائی اُدھر جفا کی قسم

اُسے بھی کھانی پڑی اپنے دلربا کی قسم
نہ جس نے کھائی تھی اب تک کبھی خدا کی قسم

ستم شعار ستم میں نہ کر کمی ہرگز
قسم ہے اپنے تجھے جور کی جفا کی قسم

شب فراق تو پہلو بدلتے گذری ہے
ملا نہ چین کا پہلو کوئی خدا کی قسم

نگہ سے قتل کیا ہے تو لاش پ میری
خرام ناز سے پامال کر ادا کی قسم

ستم شعار ہو ظالم ہو بیوفا تم ہو
نہ ہو یقین تو کھا کر کہوں خدا کی قسم

مرے ہی خون جگر میں رنگا ہی ہاتھوں کو
نہ کھاؤ دیدہ و دانستہ تم حنا کی قسم

نہ پوچھا تم نے کسی دن بھی حال عارف کا
عجیب قسم کے انسان ہو خدا کی قسم

وہ مہرباں ہیں کہ قاتل کسی کو کیا معلوم
یہ دل کی بات ہے اے دل کسی کو کیا معلوم

خوشی جو ہمکو ہے حاصل کسی کو کیا معلوم
دل آج کس پہ ہے مائل کسی کو کیا معلوم

ہمارے دل میں بہت کچھ ہے آرزو لیکن
جو تیرے دل میں ہے قاتل کسی کو کیا معلوم

جو بیقرار ہو جانے وہ بیقراریٔ دل
حقیقتِ دلِ بسمل کسی کو کیا معلوم

ادا ہے، ناز ہے، شوخی ہے دلربائی ہے
ہے ان میں کونسا قاتل کسی کو کیا معلوم

جگر کو تاکتے ہیں دل پہ تیر پڑتا ہے
ہے دل میں جذبۂ کامل کسی کو کیا معلوم

خدنگِ ناز ہی اچھی طرح سے واقف ہے
تپاں ہے کیوں دلِ بسمل کسی کو کیا معلوم

کسی کے قتل کا ساماں ہو رہا ہے آج
سنور رہا ہے جو قاتل کسی کو کیا معلوم

اُدھر نگاہ تھی صیاد کی نشیمن پر
اِدھر تھی برق بھی مائل کسی کو کیا معلوم

ہر ایک مست ہے کیوں مست ہے کہ آج وہ شوخ
بنا ہے ساقیِ محفل کسی کو کیا معلوم

پڑی ہے بحرِ محبت میں کشتیٔ ہستی
لگے گی کب لبِ ساحل کسی کو کیا معلوم

ہم اپنے دل کو سمجھتے تھے رازداں لیکن
یہی بغل میں تھا قاتل کسی کو کیا معلوم

کوئی ستم پہ ستم ڈھا رہا ہے اے عارف
ہے اپنا درد بھرا دل کسی کو کیا معلوم

ن

محبت میں ہم کب ستم دیکھتے ہیں
ترا عین لطف و کرم دیکھتے ہیں

نگاہِ کرم جب کہ کم دیکھتے ہیں
سوئے چرخ حسرت سے ہم دیکھتے ہیں

ترے طاقِ ابرو کے آگے مری جاں
خدائی کو سجدے میں ہم دیکھتے ہیں

مجازی سے عشقِ حقیقی میں آکر
جو راہِ محبت میں ہیں مٹنے والے

خدا کو بشکلِ صنم دیکھتے ہیں
تمہارا ہی نقشِ قدم دیکھتے ہیں

عجب ناز و انداز ہیں اُن کے عارف
کہ ہر اک ادا میں ستم دیکھتے ہیں

عشاق ترے اے جان جہاں تجھے دیکھ ہی لیں گے کہیں نہ کہیں
سر عرشِ بریں کہ زمین و زماں، تجھے دیکھ ہی لیں گے کہیں نہ کہیں
کعبہ نہ سہی، بت خانہ سہی، مسجد نہ سہی، میخانہ نہ سہی
تو جا کے چھپے گا ایسا کہاں، تجھے دیکھ ہی لیں گے کہیں نہ کہیں
ممکن ہی نہیں تو چھپتا پھرے، عاشق کی نظر سے بچ بچ کر
گر لاکھ رہے تو ہم سے نہاں تجھے دیکھ ہی لیں گے کہیں نہ کہیں
ہم دشت و جبل میں ڈھونڈیں گے، ہم خاک جہاں کی چھانیں گے
اے دل کے مکیں اے مالکِ جاں تجھے دیکھ ہی لیں گے کہیں نہ کہیں
کب تک تو رہے گا پردے میں، اک دن تو ملے گا عارف سے
آنکھوں میں رہے یا دل میں نہاں تجھے دیکھ ہی لیں گے کہیں نہ کہیں

محبت میں تیری مٹا چاہتا ہوں
کسی شوخ کو دل دیا چاہتا ہوں
دل و جاں کو اور اپنے ایماں کو دے کے
بچھاتا ہوں آنکھوں کو میں اُن کی رہ میں

مری آرزو دیکھ کیا چاہتا ہوں
میں گھر اپنا ویران کیا چاہتا ہوں
کسی کی محبت لیا چاہتا ہوں
جگہ جن کو دل میں دیا چاہتا ہوں

کمالِ محبت ہے مر مر کے جینا
میں ہر وقت مر کر جیا چاہتا ہوں

جفاؤں کی ہے جس کی عالم میں شہرت
اُسی شوخ کو دل دیا چاہتا ہوں

تصور میں اُس چشمِ میگوں کے عارف
میں ساغر پہ ساغر پیا چاہتا ہوں

ساقی بہار آئی ہے ہوں سرفرازیاں
گلشن میں بلبلوں کی ہیں نغمہ طرازیاں

بیمارِ عشق بچ نہیں سکتا کسی طرح
اے چارہ ساز رہنے بھی دو چارہ زیاں

کتنا نظر فریب ہے اے حسنِ یار تو
کرنے لگا ہے شیخ بھی نظارہ بازیاں

احسان اپنے یاد نہیں ہیں اگر تجھے
بندے کو یاد ہیں تری بندہ نوازیاں

انداز سے ادا سے کرشمے سے ناز سے
لیتا ہے دل کو اُف رے تری چالبازیاں

اُلٹی نقاب اِدھر تو اِدھر ہوش اُڑ گئے
موسیٰ نے کیں یہ طور پہ نظارہ بازیاں

ﷲ تشنگی تو بجھا بادہ خوار کی
ساقی رہیں گی یاد تری سرفرازیاں

وعدہ خلاف وعدہ خلاف آخرش رہا
وعدے کی شب بھی کرتا رہا حیلہ بازیاں

واﷲ اُس کی چال قیامت کی چال ہے
محشر بپا کریں گی یہ فتنہ طرازیاں

زاہد بھی لڑکھڑاتے چلے میکدے سے آج
ساغر کے نذر ہو گئیں سب پاکبازیاں

اے شاہ تیرا مدح سرا کل جہان ہے
کس کو نہیں ہیں یاد تری سرفرازیاں

قطرے کو بحر ذرے کو خورشید کر دیا
عارف یہ کارساز کی ہیں کارسازیاں

ہم اُنہیں پُر جفا سمجھتے ہیں
وہ ہمیں بے وفا سمجھتے ہیں

جورِ ظلم و ستم کو اے ظالم
ہم تو عشوہ و ادا سمجھتے ہیں

دیکھ کر بے وفائیاں پھر بھی
تجھ کو ہم باوفا سمجھتے ہیں

ذرّے ذرّے کو سارے اہلِ نظر
مظہرِ کبریا سمجھتے ہیں

دی ہے عقل و تمیز خالق نے
ہم بھی اچھا بُرا سمجھتے ہیں

دیکھ کر ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے
وہ ہمیں دل جلا سمجھتے ہیں

تیرے ناز و ادا کو ہم ظالم
اپنے حق میں قضا سمجھتے ہیں

آنکھیں ملتے ہیں کیا بُرائی ہے
کیا اسی کو حیا سمجھتے ہیں

حالِ دل سن کے وہ لگے کہنے
ہم تو اس کو گلا سمجھتے ہیں

تو نے چھڑکا نمک، مگر ہم تو
زخمِ دل کی دوا سمجھتے ہیں

حرفِ مطلب کو سن کے اُس نے کہا
بس ہمیں آپ کیا سمجھتے ہیں

آپ دلبر تھے، دل دیا میں نے
پھر مجھے کیوں بُرا سمجھتے ہیں

میکدے جا رہے تھے عارف آج
سب جنہیں پارسا سمجھتے ہیں

خراماں خراماں جو وہ آ رہے ہیں
مری جان کو اور تڑپا رہے ہیں

شبِ غم سے کچھ ایسے گھبرا رہے ہیں
ہمیں دن کو تارے نظر آ رہے ہیں

شبِ وصل ہم کو مزے آ رہے ہیں
وہ پہلو میں بیٹھے جو شرما رہے ہیں

مری لاش کو وہ جو ٹھکرا رہے ہیں
مسیحائی کی شان دکھلا رہے ہیں

مری چھیڑ پر وہ جو شرما رہے ہیں
قسم ہے خدا کی مزے آ رہے ہیں

نکل بہرِ تعظیم اے جان تن سے
کہ وہ شاہِ خوباں ادھر آ رہے ہیں

مجھے بھولے بیٹھے ہیں جو مدّتوں سے
الٰہی وہ پھر یاد کیوں آرہے ہیں

مزہ ہو کہ وہ بھی مری طرح تڑپیں
جو دیدار کو اپنے ترسا رہے ہیں

کلام اس میں کس کو ہے سچ ہی بجا ہے
یہ جو کچھ بھی سرکار فرما رہے ہیں

وہ دو دن کی دنیا میں جوبن پہ اپنے
خدا جانے کیوں اتنے اترا رہے ہیں

سرِ بزم اُن کی ادا کوئی دیکھے
نگاہوں نگاہوں میں تیر مارہے ہیں

نزاکت سے چلتا نہیں ہاتھ اُن کا
تہِ تیغ بسمل کو تڑپا رہے ہیں

وہ آجائیں پہلو میں اک روز یارب
تصور میں جو دم بدم آرہے ہیں

یہ سن کر ہوئی باعثِ مرگ شادی
عیادت کو سرکار اب آرہے ہیں

اُنہیں سے مزہ شاعری کا ہی **عارف**
وہ دیکھو جنابِ **جلیل** آرہے ہیں

ہمیں حشر کا خوف کیونکر ہو **عارف**
شفاعت کو سرکار جب آرہے ہیں

اُن کو ضد ہے سرِ مقتل میں پشیمان کروں
شوق مجھ کو ہے کہ قاتل پہ فدا جان کروں

آرزو ہے کہ شبِ وصل یہ سامان کروں
یار آئے تو دل و جاں کو میں قربان کروں

یار پہلو میں اگر آئے تو کیا پوچھتے ہو
عیش و عشرت کا دل و جان سے میں ساماں کروں

اُس کو نفرت بھی ہوئی ہی تو مجھی سے یارب
یار سے ملنے کا اب خاک میں ارمان کروں

چومے دامن کا قدم چاکِ گریباں میرا
موسمِ گل میں یونہی چاک گریبان کروں

ناوک افگن تو نشانا تو بنا دل کو مرے
تا کہ میں دل میں ترے تیر کو مہمان کروں

سخت جاں میں ہوں وہ نازک ہی کرو کیا یارب
یہ گوارا نہیں قاتل کو پشیمان کروں

میرے گھر تک جو آجائے کبھی رشکِ قمر
ہر قدم پہ ترے سو بار فدا جان کروں

ہے یہی عشق کی حالت تو عجب کیا ایجاں
خاک میں مل کے بھی میں وصل کا ارماں کروں

اُس کی اُلفت میں تمنا ہے یہ میرے دل کی
میں ملوں خاک میں گھر یار بھی ویران کروں

عمر اپنی اسی ارمان میں گذری عارف
غم سے چھوٹوں تو ذرا عیش کا ساماں کروں

ہم کو جو دل سے پیار کرتے ہیں
اُن پہ ہم جاں نثار کرتے ہیں

جب کہ وہ آنکھ چار کرتے ہیں
تیر اک دل کے پار کرتے ہیں

اُن کے انداز و ناز ہائے غضب
اور بھی بیقرار کرتے ہیں

اُن کے وعدے پہ کیا بھروسہ ہو
وہ تو حیلے ہزار کرتے ہیں

چشمِ میگوں پہ ساقیا ہم تو
ساغرِ مے نثار کرتے ہیں

اپنے عاشق کا ذکر غیروں سے
آپ کیوں بار بار کرتے ہیں

ہوگی کوئی نہ کوئی چال اس میں
وہ جو بوسے شمار کرتے ہیں

سارے زخمِ جگر مرے قاتل
تیرے ناوک کو پیار کرتے ہیں

تم کو مسجد میں دیکھ کر عارف
بادہ کش شرمسار کرتے ہیں

مُنہ کو چھپا لیا ہے جو تم نے نقاب میں
کیا جان پڑ گئی ہے مرے اضطراب میں

پردہ نشیں جو آ کے گیا رات خواب میں
کیا کہئے دل ہے صبح سے کس اضطراب میں

بیشک تمہیں ہو حسن میں یکتائے روزگار
بیشک تمہیں ہو اک نظرِ انتخاب میں

صورت دکھا کے دخترِ رز کی اسے بھی کھینچ ‌ — ساقی پڑا ہے شیخ عذاب و ثواب میں

آنکھوں میں پھرتے رہتے ہو اے جاناں رات دن — پھر اس پہ یہ غضب ہے کہ ہو تم حجاب میں

میں نے تو خطِ شوق لکھا ہے انہیں مگر — تقدیر کا لکھا وہ نہ لکھیں گے جواب میں

یہ غیبت جو کر رہا ہے تو رندوں کی ہر جگہ — زاہد مجھے بتا دے یہ ہے کس کتاب میں

وہ شوخ چشم گر ہے ساقی تو کیا کہیں — پھر کیف بیخودی ہو دوبالا شراب میں

الٹی ادھر نقاب ادھر ہوش اڑ گئے — قدرت خدا کی ہے رخِ روشن نقاب میں

ہو جاؤں کیوں نہ صدقے میں اپنی نگاہ کے — آیا ہے ایک ماہ جبیں انتخاب میں

استاد ہی کا فیض ہے رکھے خدا انہیں
عارف کا آرہا ہے کلام انتخاب میں

منہ پر نقاب ڈالے ہوئے ہیں شباب میں — گویا کہ آفتاب چھپا ہے سحاب میں

اس سادگی پہ یار کی قربان جائیے — سادہ ورق ہی بھیجا ہے خط کے جواب میں

وہ مسکرا کے اور بھی بجلی گرا گئے — کیوں ہوں بیقراریاں نہ مرے اضطراب میں

جس نے لکھا ہے نامہ قلم اس کا ہاتھ ہو — قاصد سے کہہ دیا مرے خط کے جواب میں

او مستِ ناز کچھ تجھے اس کی خبر بھی ہے — ہم نے تو خوب بوسے لیے رات خواب میں

اترا رہے ہیں آئینہ وہ دیکھ دیکھ کر — کہتے ہیں یہ جمال کہاں آفتاب میں

تسکین کا کوئی تو طریقہ نکالئے — آیا کریں کبھی نہ کبھی آپ خواب میں

دل کہہ رہا ہے دیکھ کے انداز و ناز کو — شوخی بھری غضب کی ہے شرم و حجاب میں

اب میکدے کو چھوڑ کے مسجد چلے چلو
عارف قدم اٹھاؤ بھی کارِ ثواب میں

رُخ ہے کہ ایک برقِ درخشاں نقاب میں
یہ شانِ یہ جلال کہاں آفتاب میں

برقِ نظر جو آگ لگا دے نقاب میں
پھر دیکھئے وہ رہتے ہیں کیونکر حجاب میں

آؤ اِدھر دکھاؤں تماشا میں برق کا
رہتا ہے دل ہمارا عجب اضطراب میں

پھر کیوں نہ بادہ خوار رہوں اے شیخ مہرو
آیا ہے رنگِ عارضِ جاناں شراب میں

پہلو میں دل مرا تھا بڑے چین سے مگر
اک برق وش نے ڈال دیا اضطراب میں

دیکھو تماشہ جان نہ لو نیم جاں رکھو
بسمل کو چھوڑ بھی دو یونہی اضطراب میں

میرے سوالِ وصل پہ اتنا خفا نہ ہو
کافی ہے دیکھ لینا تمہارا جواب میں

کیا خوب مل رہی ہے تمہیں داد حسن کی
خاموش آئینہ ہے تمہارے جواب میں

کر دیتی مصطفٰے پہ وہ یوسفؑ کو بھی فدا
اک بار دیکھ لیتی زلیخا جو خواب میں

عارف کی التجا ہے یہ ربِ جلیل سے
یا رب کمی نہ ہو کرم بے حساب میں

نعتیہ

کبھی ہم سے تنفر ہے کبھی پیار جتاتے ہیں
عجب انداز ہے یہ حسن والے دل لبھاتے ہیں

ہماری لاش پر کس عمدگی سے غم چھپاتے ہیں
کہ وہ غمگیں ہیں دل میں بظاہر مسکراتے ہیں

برائے فاتحہ تربت پہ وہ جس وقت آتے ہیں
ہماری بیکسی کو دیکھ کر آنسو بہاتے ہیں

پڑی ہے کشمکش میں جان میری کیا کروں یا رب
نہ دل قابو میں آتا ہے نہ وہ قابو میں آتے ہیں

دعا ہر دم نکلتی ہے ہمارے قلبِ مضطر سے
خدا اچھا انہیں رکھے جو آ کے ستاتے ہیں

ہمیں کچھ جانتے ہیں ان طرحداروں کی چالوں کو
یہ جب آتے ہیں دل لیں پھر بھلا کب دل سے جاتے ہیں

گھڑی بھر کو ٹھہر جا اے اجل اب میرے بالیں پر
محمد مصطفٰے صلِّ علیٰ تشریف لاتے ہیں

خدا محفوظ رکھے شوخ چشموں کی محبت سے
یہ جس کو چاہتے ہیں اپنا دیوانہ بناتے ہیں

خوشی اُن کی مرا غم لازم و ملزوم ہیں دونوں
لہو زخمِ جگر روتے ہیں جب وہ مسکراتے ہیں

ستم کے ذکر پر **عارف** بگڑ کر وہ یہ کہتے ہیں
کہ جس کے دل میں رہتے ہیں اُسی کو ہم ستاتے ہیں

کس سے کہوں میں حال کوئی رازداں نہیں
سب مطلب آشنا ہیں کوئی مہرباں نہیں

دل مانگئے تو نذر کروں سینہ چیر کر
مقتل میں جان دینا تو بارِ گراں نہیں

اُس کی ادائے نیم نگاہی نے بزم میں
کشتہ کیا ہے سب کو کوئی نیم جاں نہیں

سینے پہ میرے ہاتھ ذرا رکھ کے دیکھ لو
میں کیا بتاؤں درد کہاں ہے کہاں نہیں

ایسے فنا ہوئے تو مٹا خوف حشر کا
شکرِ خدا کہ اپنی لحد کا نشاں نہیں

گلشن میں لاکھ ساغر و مینا رہے تو کیا
لطفِ بہار کیا ہے جو پیرِ مغاں نہیں

ہر خار کہہ رہا ہے بیاباں میں دیکھ کر
دامن ہے گل کا جیب کی یہ دھجیاں نہیں

محفل تو گرم ہو گئی کیونکر کہوں یہ میں
عارف ترے کلام میں لطفِ بیاں نہیں

یاد جب آتی ہے اُس شوخ کی صورت دل میں
چٹکیاں لیتی ہے دیدار کی حسرت دل میں

ہم سمجھتے تھے کہ ہیں داغِ ندامت دل میں
گل کھلا طرفہ کہ ہے گلشنِ جنت دل میں

پھر خیالِ شبِ غم سے ہوئی وحشت دل میں
نظر آتی نہیں اب چین کی صورت دل میں

دلربا رکھتے ہیں عاشق سے کدورت دل میں
شرم آنکھوں میں نہ ہے نام کو غیرت دل میں

میں نے سینے سے لگا رکھا ہے اپنے دل کو
کیونکہ رہتی ہے کسی شوخ کی صورت دل میں

پوچھتا کیا ہے تو حالِ دلِ بیتاب مرا — چٹکیاں لیتی ہے ظالم تری حسرت دل میں

بقعۂ نور بنا رہتا ہے سینہ اپنا — جب سے رہنے لگی وہ چاند سی صورت دل میں

آنکھوں سے دل میں ترا آ مرے او پردہ نشیں — خوب ہوگی ترے پردہ کی حفاظت دل میں

حسن کیا حسن ہے اُس شوخ کا اللہ اللہ — کہ نظر آتی ہے اللہ کی قدرت دل میں

کاش موسیٰ کے عوض اُن کو دکھاتا جلوہ — تیرے نظارے کی رکھتے ہیں جو طاقت دل میں

بعد مرنے کے کبھی قبر پہ آیا تو کرو — ہے یہی عاشقِ جانباز کی حسرت دل میں

ہدفِ تیر ذرا دیکھ کے تو مجھکو بنا — دل تو ہے سینے میں اور ہے تری صورت دل میں

ایک دل اور پھر اُس پر یہ ہماری ہمت — رکھتے ہیں چار صحابہ کی محبت دل میں

دلِ بیتاب میں مہمان ہیں جب سے پیکاں — ہم نے دیکھی ہی نہیں چین کی صورت دل میں

ہم نے آئینہ بنا رکھا ہے اپنے دل کو — نام کو بغض و حسد ہے نہ کدورت دل میں

ہاں اُٹھا تیغ تجھے دستِ حنائی کی قسم — بندۂ عشق ہوں ہے شوقِ شہادت دل میں

منفعل وہ جو ہوئے روزِ قیامت عارف
کیا بتاؤں جو ہوئی مجھکو خجالت دل میں

جو دیکھا بیٹھا ہے وہ گلعذار پھولوں میں — میں سمجھا آئی ہے فصلِ بہار پھولوں میں

تمہیں پہ بلبلِ دل کی نگاہ پڑتی ہے — تم انتخاب ہو بیشک ہزار پھولوں میں

چمن ہے میکدہ ساقی بہار آنے سے — کہ پی کے لوٹتے ہیں بادہ خوار پھولوں میں

چڑھا کے پھول لحد پر مری جو وہ روئے — میں سمجھا برسا ہے ابرِ بہار پھولوں میں

تمہیں سے زینتِ گلشن ہے بادہ نوشی ہے — جو تم نہ ہو تو نہ ہو کچھ بہار پھولوں میں

ہزار پھول لحد پر کوئی چڑھائے تو کیا — سکون ہوگا تمہارے ہی چار پھولوں میں

تمہاری آنکھ کا، عارض کا، لعلِ نرگس کا
ہے ذکر خیر ہی بار بار پھولوں میں

چمن میں ہم بھی مدینے کے دفن گر ہوں گے
تو ہو گا اپنا بھی بیشک مزار پھولوں میں

جو پھول پہنے ہیں اُس نے تو کیا کہوں عارف
شگفتہ اور ہوا حسنِ یار پھولوں میں

کوئی مدہوش کوئی مست ہے میخانے میں
کچھ نہ کچھ بات ہے ساقی ترے پیمانے میں

کیا کوئی چشمِ فسوں ساز ہے جلوہ آرا
بات کیا ہے جو بڑی دھوم ہے میخانے میں

دمِ دیدار جو عالم تھا تری مستی کا
وہی مستی ہے، وہی کیف ہے مستانے میں

قصد پینے کا جو کرتا ہوں تصور میں ترے
تیری صورت نظر آجاتی ہے پیمانے میں

شمع کا بزم میں جلنا نہیں دیکھا جاتا
خود بھی جل جاتا ہے وہ جذبہ ہے پروانے میں

بیخودی میں بھی تجھے یاد کیا کرتا تھا
اب تو وہ بات بھی باقی نہیں دیوانے میں

بزمِ خوباں میں اُڑے ہوش گیا صبر و قرار
لٹ گئے لٹ گئے ہم آکے پری خانے میں

حرم و دیر میں بیکار پھرے ہم عارف
وہ ملا بھی تو کہاں اپنے ہی کاشانے میں

رُوئے دلبر ہم نے دیکھا ہی نہیں
یہ گل تر ہم نے دیکھا ہی نہیں

آہ کی۔ نالے کئے۔ تڑپے مگر
اُس کو مضطر ہم نے دیکھا ہی نہیں

بیخودی تیرا برا ہو یار کو
آنکھ بھر کر ہم نے دیکھا ہی نہیں

یوں تو دنیا میں ہیں لاکھوں خوبرو
تم سے بہتر ہم نے دیکھا ہی نہیں

سنگدل تجھ سا جہاں میں آج تک
اے ستمگر ہم نے دیکھا ہی نہیں

آنکھوں آنکھوں میں اڑا لیتا ہے دل
ایسا دلبر ہم نے دیکھا ہی نہیں

دید کا الزام ہی الزام ہے
دیدۂ تر ہم نے دیکھا ہی نہیں

چشم ساقی بے پئے کرتی ہے مست
ایسا ساغر ہم نے دیکھا ہی نہیں

چاک کو دل کے رفو کرتے ہوئے
اے رفوگر ہم نے دیکھا ہی نہیں

ناوک افگن تیرے ناوک کی قسم
چین دم بھر ہم نے دیکھا ہی نہیں

آپ سا کوئی جہاں میں دل نواز
بندہ پرور ہم نے دیکھا ہی نہیں

نخلِ الفت کو ریاضِ دہر میں
بار آور ہم نے دیکھا ہی نہیں

زیرِ خنجر ہم تھے عارف مضطرب
دل کو مضطر ہم نے دیکھا ہی نہیں

تم تو کہتے ہو کہ ہم قابل نہیں
کیا کروں دل کو کہ وہ قائل نہیں

مجھ سے آنکھیں پھیرتے ہو کس لئے
کیا میں تیر ناز کے قابل نہیں

پوچھ لو اپنی نگاہِ ناز سے
میرا دل گھائل ہے یا گھائل نہیں

آئینے کو پھینک کر کہتے ہیں وہ
سامنے رکھنے کے یہ قابل نہیں

دل ہے حاضر آپ جو چاہیں کریں
آپ ہی کا دل ہے میرا دل نہیں

راز پوشیدہ ہے شوقِ دید میں
یہ نہ سمجھو تم کہ کچھ حاصل نہیں

صدقے اندازِ بیانِ یار کے
دلربا ہیں ہم کوئی قاتل نہیں

عارف اس پر جان و دل کر دو فدا
جنسِ ناقص نذر کے قابل نہیں

نگہ کہہ رہی ہے جفا کار ہوں
ادا کہہ رہی ہے میں تلوار ہوں

قسم مست آنکھوں کی میخوار ہوں
تصور میں ساقی کے سرشار ہوں

نہیں ہے مجھے خواہشِ مال و جاہ
نگاہِ کرم کا طلب گار ہوں

خبر لی نہ اُس بے خبر نے کبھی
محبت میں جس کی میں بیمار ہوں

کبھی تو دکھا دو تم اپنا جمال
میں مدت سے مشتاقِ دیدار ہوں

مرا امتحاں کر کے دیکھیں تو آپ
وفادار ہوں میں وفادار ہوں

نہ گریاں، نہ خنداں، نہ محزوں، نہ شاد
میں آئینہ سا محوِ دیدار ہوں

وہ بخشنے گا عارف اسی بات پر
جو کہہ دو گے یا رب گنہگار ہوں

و

میں رکھوں دل میں سینہ چیر کر تصویرِ جاناں کو
فدا کر دوں میں اُس کی ہر ادا پر دین و ایماں کو

مٹائے جائیے ہم مر مٹوں کے دل کے ارماں کو
ذرا ٹھوکر لگاتے جائیے گورِ غریباں کو

نہ چھیڑو مجکو سینے میں بھری ہی آتشِ فرقت
بھڑک کر آگ لگ جائے نہ وحشت میں بیاباں کو

کئے دیتی ہے ظاہر رازِ اُلفت چشمِ تر میری
چھپاؤں کس طرح میں دل میں اپنے دردِ پنہاں کو

اُڑائیں دھجیاں کچھ اس طرح سے دشتِ وحشت نے
نہیں ممکن کرے کوئی رفو چاکِ گریباں کو

مرے دل میں بھی اُن کا چلبلا پن چٹکیاں لے گا
بٹھاؤں کس طرح یارب میں اپنے دل میں مہماں کو

بڑی عزت سے اپنے پیارے مہماں کو جگہ دی ہے
کلیجہ سے لگا رکھا ہے میں نے اُن کے پیکاں کو

مری گردن سے جس دم سر اُتارا دل یہ کہہ اُٹھا
جزاک اللہ نہ بھولوں گا کبھی قاتل کے احساں کو

کہاں ایسی مری قسمت کہ میں لوٹوں مزے گل کے
نہ دل لگتا ہی گلشن میں نہ اب سیر بیاباں میں
پس مردن وفائیں میری جب یاد آئیں گی ان کو

بہار آتے ہی گلشن میں چلا ہوں میں بیاباں کو
کہاں بھلاؤں لیے جا کر الٰہی اپنے ناداں کو
بہائیں گے وہ آنسو دیکھکر گور غریباں کو

تصور جب رخ دلدار کا آتا ہے اے عارف
وضو کر کے لگا لیتا ہوں میں آنکھوں سے قرآں کو

مسرت کی گھڑی دائم شہ عثماں مبارک ہو
مبارک ہو مبارک اے شہ ذیشاں مبارک ہو

گرہ کا جشن و بزم عیش و عشرت تا ابد یونہیں
بصد شان و حشم اے آصف دوراں مبارک ہو

خدا کا شکر ہے سارے جہاں میں حکمراں تو ہے
یہ شان حکمرانی اے شہ شاہاں مبارک ہو

نقاب اس نے جو الٹی ہوش یوں کہہ کر ہوئے رخصت
نگاہ شوق تجھ کو جلوہ جاناں مبارک ہو

کیا ہے اس نے وعدہ آج کی شب ہم سے ملنے کا
نوید جاں فزا تجھ کو دل ناداں مبارک ہو

خدا کا شکر ہے آنکھوں سے وہ دل میں اتر آئے
تجھے اے اشک شادی یہ گریباں مبارک ہو

رگ جاں کہہ رہی ہے ابروئے خمدار قاتل سے
گلے ملنا تجھے اے خنجر عریاں مبارک ہو

دعا عارف کی ہے ہو فتح و نصرت ہمدم یونہیں
تجھے اے شاہ عثماں فتح کا میداں مبارک ہو

کبھی تو میرے اشکوں کی روانی دیکھتے جاؤ
کلیجا کس طرح ہوتا ہے پانی دیکھتے جاؤ

مرے اشکوں میں تم سوزِ نہانی دیکھتے جاؤ
ہوئے ہیں جمع اک جا آگ پانی دیکھتے جاؤ

مرے آئینۂ دل میں ہے نقشہ روئے زیبا کا
اِدھر آؤ ذرا تم اپنا ثانی دیکھتے جاؤ

نہ موت آتی ہے فرقت میں تم آتے ہو بالیں پر
پڑی ہے کشمکش میں زندگانی دیکھتے جاؤ

مریضِ غم تمہارا اب گھڑی ساعت کا مہماں ہے
دمِ آخر براہِ مہربانی دیکھتے جاؤ

رہی جب دو قدم منزل تو ہم بھی رہ گئے تھک کر
کہاں رہزن بنی ہے ناتوانی دیکھتے جاؤ

لہو کی ندیاں بہنے لگیں آخر کو مقتل سے
تم اپنی تیغ کی اے جاں روانی دیکھتے جاؤ

مرے دل میں نہیں ہے داغ ہے یہ پھول اُلفت کا
کبھی تو اپنی اُلفت کی نشانی دیکھتے جاؤ

ہجومِ یاس سے تربت پہ اک عالم ہے ماتم کا
ہماری حسرتوں کی نوحہ خوانی دیکھتے جاؤ

کلیجے سی لگا رکھا ہی عارف دردِ ہجراں کو
دلِ مرحوم کی ہے یہ نشانی دیکھتے جاؤ

وہ ستم ڈھاتے ہیں مجھ پر تو ستم ڈھانے دو
اُن کے ہی دل کے سب ارمان نکل جانے دو

کس غضب کی ہے نظر جس پہ پڑی مست ہوا
ساقیا یہ تری آنکھیں ہیں کہ پیمانے دو

میکشو تم مجھے روکو نہیں بہکاؤ نہیں
اب خرابات سے مسجد کی طرف جانے دو

دل جگر اُس نگہِ ناز کے وارفتہ ہیں
ایسے وارفتہ کہ گویا ہیں یہ دیوانے دو

مرگِ عاشق سے ہی کیا واسطہ تم عیش کرو
کوئی دنیا سے گذرتا ہے گذر جانے دو

چشمِ میگوں ہی کا احسان بہت ہے ساقی
شیشہ و جام سے بہتر ہیں یہ پیمانے دو

سچ تو یہ ہے کہ لگی دل کی بری ہوتی ہے
دل جگر ہو ہی گئے شمع کے پروانے دو

چشمِ خونبار کی کچھ تجکو خبر ہے ساقی
مئے گلرنگ سے پُر ہیں مرے پیمانے دو

جان کس طرح فدا کرتی ہے بلبل گل پر
ہم دکھا دیں گے تمہیں فصلِ بہار آنے دو

دل جگر دیکھ کے زلفوں کو ہوئے ہیں صد چاک
عارف اب نذر کرو یار کے یہ شانے دو

ھ

دکھا دو روئے روشن کو خدارا یا رسول اللہ
تڑپتا ہے دلِ مضطر ہمارا یا رسول اللہ

جدائی میں تمہاری رات دن روتے گذرتی ہے
بلا لو اب نہیں فرقت گوارا یا رسول اللہ

برا ہوں سب سے بدتر ہوں مگر یہ فخر ہے مجکو
تمہارا ہوں تمہارا ہوں تمہارا یا رسول اللہ

نہایت کشمکش میں جان وقتِ نزع تھی میری
ہوئی آسان مشکل جب پکارا یا رسول اللہ

تمہارے روئے زیبا کو مری آنکھیں ترستی ہیں
بلا لو اپنے قدموں میں خدارا یا رسول اللہ

مدینے سر کے بل چلنے کی میں نے دل میں ٹھانی ہے
نہیں اب ہند میں رہنا گوارا یا رسول اللہ

نہیں کوئی بچانے والا روزِ حشر عارف
اک اس کو آپ ہی کا ہے سہارا یا رسول اللہ

تو اشکِ خوں کا راز مری چشمِ تر سے پوچھ
زخمِ جگر کے حال کو اپنی نظر سے پوچھ

اے دل علاجِ دردِ جگر کی نہ کر تلاش
جس نے دیا ہے درد اسی چارہ گر سے پوچھ

کیوں جل رہا ہوں آتشِ فرقت میں رات دن
یہ لطف یہ مزہ مرے سوزِ جگر سے پوچھ

جب یہ کہا کہ دل بھی بہا آنسوؤں کے ساتھ
سن کر وہ بولے اپنی ہی چشمِ تر سے پوچھ

کس نے چراغِ گورِ غریباں بجھا دیا
اے دل بصد نیاز یہ بادِ سحر سے پوچھ

جس گل کی بو پہ ناز ہے اے گلبدن تجھے
اس گل کی کیفیت مرے داغِ جگر سے پوچھ

کس طرح پھنک گیا دلِ عارف میں کیا کہوں
مجھ سے نہ پوچھ اپنی ہی برقِ نظر سے پوچھ

کیا شان کہوں تیری اے جلوۂ جانانہ
زاہد ترا شیدا ہے عارف ترا دیوانہ

دنیا نے مجھے بھر بھر کے پیمانے پہ پیمانہ
آباد خدا رکھے ساقی ترا میخانہ

کس شان سے آتا ہے وہ ساقی میخانہ
اک ہاتھ میں شیشہ ہو اک ہاتھ میں پیمانہ

خالق نے مرے دل کو اس ڈھب سے بنایا ہے
کعبے کا وہ کعبہ ہے بتخانے کا بتخانہ

اس شوخ پہ دل اپنا کیونکر نہ فدا ہوتا
آنکھیں بھی رسیلی ہیں انداز بھی مستانہ

برقِ نگہہِ جاناں اب پھونک دے مجکو بھی
تو شمع تجلی ہے میں ہوں ترا پروانہ

آنکھوں سے ٹپکتی ہے مستی مرے ساقی کی
جیسے کوئی آتا ہو لوٹے ہوئے میخانہ

صیاد نے جو ہم کو گلشن سے نکالا ہے
اس کا بھی مکاں اک دن ہو جائیگا ویرانہ

دل میرا نہ کیوں ٹوٹے اس چھیڑ سے ساقی کی
دیتا ہے مجھے ظالم ٹوٹا ہوا پیمانہ

مدت سے یہی دل میں ارمان و تمنا ہیں
آباد بتوں سے ہو یا رب مرا کاشانہ

مرکے بھی نہ جان اپنی پینے کو ترستی پھر
ساقی، مری مٹی کا بنتا کوئی پیمانہ

دل جس نے لیا عارف کیا شان کہوں اس کی
ہر رنگ میں پاتا ہوں انداز جداگانہ

صد شکر کہ عارف کو دل صاف دیا حق نے
ہر اک سے ہے یارانہ اپنا ہو کہ بیگانہ

اے رخ دلدار تیرا شکریہ
ہو گیا دیدار تیرا شکریہ

یار دل آزار تیرا شکریہ
لذت آزار تیرا شکریہ

اک اشارہ میں کیا بسمل مجھے
ابروئے خمدار تیرا شکریہ

تو نے میرا ساتھ آخر تک دیا
اے خیال یار تیرا شکریہ

ہو گئے پامال فتنے حشر کے
شوخیٔ رفتار تیرا شکریہ

چھد گئے دل اور جگر اک تیر میں — اے نگاہِ یار تیرا شکریہ
تو نے مجکو مست و بیخود کر دیا — چشمِ مستِ یار تیرا شکریہ
یاد پھر فریاد مجکو آگئی — عندلیبِ زار تیرا شکریہ
زیرِ تربت بھی نہ چھوڑا تو نے ساتھ — انتظارِ یار تیرا شکریہ
کھا کے ٹھوکر گر پڑے اس پر جو ہم — سایۂ دیوار تیرا شکریہ
جبہ سائی کے مزے آنے لگے — آستانِ یار تیرا شکریہ
میرے دامن کو گلستاں کر دیا — دیدۂ خونبار تیرا شکریہ
تو نے رحمت آگ کو بہرِ خلیل — کر دیا گلزار تیرا شکریہ

لے کے دل عارف کو مضطر کر دیا
شکریہ اے یار تیرا شکریہ

دلربا لا الٰہ الا اللہ — مدعا لا الٰہ الا اللہ
کھچ گیا نقشہ ذاتِ واحد کا — جب کہا لا الٰہ الا اللہ
گر ہے بخشش کی آرزو دل میں — کہتا جا لا الٰہ الا اللہ
آشکارا کیا محمد نے — جا بجا لا الٰہ الا اللہ
خوب ہے قلبِ عاصیاں کے لئے — کیمیا لا الٰہ الا اللہ
لوح پر ساتھ نامِ حضرت کے — ہے لکھا لا الٰہ الا اللہ

ہے یہی پاک کلمہ اے عارف
رہنما لا الٰہ الا اللہ

ی

وہ شوخ آئے تو کیا کیا نہ یاں خوشی ہوگی
نشاط و عیش و طرب ہوگا میکشی ہوگی

تو نازنیں ہی تو میں بھی ہوں نیاز مند ترا
اُسی میں شاد ہوں جس میں تری خوشی ہوگی

نہ روک بادہ پرستی سے ناصحِ ناداں
یہ شغل وہ ہے کہ جس میں نہ کچھ کمی ہوگی

لگائے رکھتا ہوں ہر ایک گل کو سینے سے
کہ ان گلوں میں اُسی گل کی بو بسی ہوگی

اخیر وقت نہ آؤ گے تم جو بالیں پر
تو حشر تک مری جاں سخت جاں کنی ہوگی

اگر چمن میں کوئی گلعذار آ جائے
بہار ہوگی خوشی ہوگی میکشی ہوگی

یقین ہے کہ پسِ مرگ میری تربت پر
کوئی نہ ہوگا اگر ہوگی بے کسی ہوگی

جو بخش دے گا مجھ ایسے گناہگار کو تو
کریم کیا تری رحمت میں کچھ کمی ہوگی

کوئی تو بات ہے وہ آج جو سنورتے ہیں
ہمارے مرنے کی ان کو خبر ملی ہوگی

خدا کرے کہ ہو وعدہ وفا تو پھر اُس سے
طرح طرح کی شبِ وصل دل لگی ہوگی

لیا جو بوسہ تو جھنجلا کے یوں لگے کہنے
مری حیا تجھے کمبخت کوستی ہوگی

پھڑک رہی ہیں مری آنکھیں خیر ہو یارب
خبر نہیں کہ خوشی ہوگی یا غمی ہوگی

جلیل کہتے ہیں مجھ تشنہ کام سے عارف
سبو میں دیکھ تو لے کچھ بچی کھچی ہوگی

بغل میں یار ہو عارف تو پوچھئے کیا ہو
بہار ہوگی، خوشی ہوگی، مے کشی ہوگی

بولے سن کر کیفیت بیمار کی
اُس کو ہو کیونکر خبر بیمار کی

یہ طلب ہے شربت دیدار کی
لا اُبالی ہے طبیعت یار کی

آ کے بالیں پر مسیحائی دکھا
ہے بری حالت ترے بیمار کی

تشنگی سے دم لبوں پر آگیا
ساقیا لینا خبر میخوار کی

اک تجلی میں اڑے ہوش و حواس
آرزو موسیٰ کو تھی دیدار کی

بسملِ ابرو نہ پھرا اچھا ہوا
ہے عجب تاثیر اس تلوار کی

سخت جاں میں ہوں چھری بھی کند ہے
اور نازک ہے کلائی یار کی

کیا عجب ! ہو بارور نخلِ امید
مہربانی ہو اگر سرکار کی

دل ہے شیدا ابروئے خمدار پر
ہم ہیں گویا چھاؤں میں تلوار کی

کیا ملا بوسہ لب جاں بخش کا
جان میں جان آگئی بیمار کی

ہائے کیا دلکش ہے گل کی تازگی
ملتی جلتی ہے شباہت یار کی

ہوں میں کشتہ ابروئے خمدار کا
دفن کرنا چھاؤں میں تلوار کی

دل تو ہو جاتا ہے عارف باغ باغ
جب کہ وہ کرتا ہے باتیں پیار کی

آفریں عارف تمہاری فکر پر
شہرت اب ہونے لگی اشعار کی

تعریف کیا ہو یار کے حسن و شباب کی
پھیکی ہے جس کے آگے ضیا ماہتاب کی

واعظ وہ جانتے ہیں جو پیتے ہیں رات دن
تو جانتا نہیں ہے حقیقت شراب کی

ہوش و حواس جاتے رہے اک نظر کے ساتھ
کمبخت عشق نے مری مٹی خراب کی

مے سی لطیف شئے نہیں کوئی جہان میں
پر بوالہوس نے اس کی تو مٹی خراب کی

میکش ہیں فکرِ جنت و دوزخ سے بے غرض
واعظ سنا رہا ہے عذاب و ثواب کی

واعظ کے وعظ و پند سے کیا لطف آئے گا
وقتِ شباب اچھی ہیں باتیں شراب کی

اب بادہ خواری چھوڑ کے مسجد کو جائیے
پشتِ پناہ شافعِ محشر ہیں حشر میں

بیکار ہیں بڑھاپے میں باتیں شباب کی
پھر کیا ہو فکر ہم کو حساب و کتاب کی

عارف شراب خوار ہے دل میں لیے ہوئے
بھولی نہ جائیں گی کبھی باتیں شراب کی

کوچۂ یار میں بن جائے جو تربت میری
حوریں آ کے کریں روز زیارت میری

لب ہیں خشک آنکھ ہے تر زرد ہے میری رنگت
اب تو کوئی نہیں پہچانتا صورت میری

حسرت و یاس کا عالم میں کہوں کیا تم سے
بیکسی دیکھ کے رو دیتی ہے صورت میری

فاتحہ پڑھنے کبھی قبر پہ آیا تو کرو
ہائے کیا تم کو نہیں اتنی محبت میری

بارِ غم مجھ سے شبِ ہجر اٹھے گا کیونکر
دمبدم بیٹھتی جاتی ہے طبیعت میری

فتنے اس میں ہیں عذاب اس میں قیامت اس میں
سو بلاؤں کی بلا ہے شبِ فرقت میری

جس قدر چاہیں ستم مجھ پہ وہ کر لیں عارف
یاد آئے گی پسِ مرگ محبت میری

طبیعت مری تم پہ کیا آ گئی
قضا آ کے رگ رگ کو پھڑکا گئی

الٰہی یہ کیسا ہوا انقلاب
وہ آنے نہ پائے قضا آ گئی

وہ گلرو جو آیا مری قبر پر
میں سمجھا کہ فصلِ بہار آ گئی

جو دیکھا کہ ہوں کشتۂ تیغِ ناز
اجل آ کے بالیں پہ شرما گئی

مقدر مرے سو رہے جاگ کر
شبِ وصل ان کو جو نیند آ گئی

وہ چڑھتی ہے منہ خنجرِ ناز کے
قضا کی بھی شاید قضا آ گئی

تری چال ڈھال میں مرے عشق سے
قیامت کی تصویر کھچوا گئی

مری چشم ترسے بہے اشکِ خوں
جو یادِ شہِ کربلا آ گئی

شبِ وصل عارف کا پوچھو نہ حال
جدائی کی جس دم گھڑی آ گئی

موت کی التجا کرے کوئی
زندگی کی دعا کرے کوئی

کیا ستم ہے جفا کرے کوئی
حقِ الفت ادا کرے کوئی

مہرباں ہو خدا کرے کوئی
قصۂ غم سنا کرے کوئی

منع کرتے ہو مجکو رونے سے
دردِ الفت کو کیا کرے کوئی

ہے تقاضا خرامِ ناز کا یہ
آج محشر بپا کرے کوئی

منہ نہ موڑیں گے جان دینے سے
لاکھ جور و جفا کرے کوئی

رخ سے اٹھ کر نقاب کہتی ہے
دیدۂ شوق وا کرے کوئی

ہوکے برباد راہِ الفت میں
آرزو اور کیا کرے کوئی

مثلِ پروانہ شادماں ہیں ہم
شمع آسا جلا کرے کوئی

دھوکا کھائے نہ دھوکے بازوں سے
دیکھ کر رہنما کرے کوئی

دل کی تسکین ہو نہیں سکتی
لاکھ وعدہ وفا کرے کوئی

ہم کو مطلب ہے بادہ نوشی سے
پارسا ہو، ہوا کرے کوئی

اس لئے دل دیا ہے عارف نے
اور مشقِ جفا کرے کوئی

روانی دیکھ لی تیغ رواں کی / ہوئی مشکل نہ آساں نیم جاں کی
ہوا کیا فائدہ اے چشم گریاں / حقیقت کھل گئی اشک رواں کی
میں عاشق ہوں تری برق نظر کا / ہے عاشق برق میرے آشیاں کی
تمہیں سچے ہی جھگڑا ہی کیا ہے / قسم کھاتے ہو اب کیوں میری جاں کی
نظر اب شیخ کی ہے دختِ رز پر / الٰہی خیر ہو مے کی دکاں کی
رگِ جاں سے ہماری پوچھو لذت / تم اپنے خنجر و تیغ رواں کی
نگاہ ناز سے اپنی کبھی تو / خبر لے بے خبر اس نیم جاں کی
نظر جب سے پڑی ہے آئینے پر / بڑھی ہے بدظنی اس بدگماں کی
بنا داغوں سے گلشن دل ہمارا / بہار آکر تو دیکھو بوستاں کی
صدو سی سال کی ہو عمرِ سلطاں / انہیں سے قدر ہے اردو زباں کی
رہے باغِ دکن سرسبز دائم / اسی سے شان ہے ہندستاں کی
خدا رکھے ہمیشہ شاد کو شاد / مدد کرتے ہیں یہ بے خانماں کی

نہ پوچھا تم نے عارف کو کسی دن
کہ تربت ہے کہاں اس بے نشاں کی

جو دل رکھ کے دلدار نے شرم رکھ لی / بڑی بات کی یار نے شرم رکھ لی
مرے دل کی کچھ بھی نہ تھی قدر و قیمت / مگر اک خریدار نے شرم رکھ لی
ترے اک اشارے پہ کی جان قرباں / وفا کی وفادار نے شرم رکھ لی
دمِ دید ہوتی نہ تھیں چار آنکھیں / مگر شوقِ دیدار نے شرم رکھ لی
تصور میں بھی وہ نہ آیا کسی دن / حیا کی حیادار نے شرم رکھ لی

ادھر یار نازک ادھر سخت جاں ہم
مگر تیز تلوار نے شرم رکھ لی

مرے دامنِ تر کو گلشن بنا کر
مری چشمِ خونبار نے شرم رکھ لی

سیہ کاریوں سے خجل ہم تھے لیکن
مدینے کے سرکار نے شرم رکھ لی

نہ تھا حشر میں کوئی دوزخ کا پرساں
مگر اس کی اغیار نے شرم رکھ لی

دمِ نزع عارف کو صورت دکھا کر
خدا کی قسم یار نے شرم رکھ لی

تیری حسرت دل کو جستجو ہو گی
ہائے کیا اس کی آرزو ہو گی

سامنے ہو گا جب وہ سحر نگاہ
آنکھوں آنکھوں میں گفتگو ہو گی

رازِ دل چشمِ تر سے فاش ہوا
شہرت اب اپنی چار سو ہو گی

آج مقتل میں خنجرِ قاتل
تیرے ہی ہاتھ آبرو ہو گی

اشکِ خوں آج رنگ لائیں گے
چشمِ تر خوب سرخرو ہو گی

نقشِ پا کی تلاش میں عارف
خاک بھی اپنی کو بکو ہو گی

مے

کیا نشیلی وہ چشم دلبر ہے
مست عالم ہے، یہ وہ ساغر ہے

شکر ہے اوج پر مقدر ہے
اپنے پہلو میں آج دلبر ہے

دل کو ٹھکرا نہ تو خدا کے لئے — تیری تصویر اُس کے اندر ہے

اِن طبیبوں سے خاک ہو درماں — درد منت کشِ ستمگر ہے

جس کے آگے ہے سرنگوں عالم — وہ حبیبِ خدائے برتر ہے

آنکھ لڑتے ہی ہو گیا مفتوں — خوب چلتا ہوا یہ منتر ہے

داغِ دل ہے کہ خندہ زن ہے گل — قطرۂ اشک ہے کہ گوہر ہے

مختصر سی ہے یار کی تعریف — بھولی صورت ہے پر فسوں گر ہے

اپنا معشوق کہدیا جس کو — کس زباں سے کہوں ستمگر ہے

وہ ہے نازک تو سخت جاں ہوں میں — آبرو تیرے ہاتھ خنجر ہے

کیا ہی ہے ہمارے خط کا جواب — بے پر و بال جو کبوتر ہے

کیا بہار آگئی چمن میں آج — ہاتھ میں جس کے دیکھو ساغر ہے

تو بھی تھوڑی سی پی لے اے زاہد — منہ لگا، خوں نہیں یہ کوثر ہے

کیا کیا ہے کسی نے یاد ہمیں — آج کیوں دل ہمارا مضطر ہے

دل میں اُلفت ہو، ذکر لب پر ہو — یہ ادائے نماز بہتر ہے

ظلم و جور و جفا نہیں، یہ تو — مشقِ انداز و ناز ہم پر ہے

یاد ہم کو کیا ہے آج اُس نے — یہ کرامت تری مقدر ہے

رتبۂ شاہِ آصفِ سابع — سب سے بالا ہے سب سے برتر ہے

مدحِ سلطان ہے دو ہی لفظوں میں — عدل گستر ہے، بندہ پرور ہے

کیا خوشی پوچھتے ہو عارف آج
اپنے پہلو میں اپنا دلبر ہے

آگئی جب نظر وہ چاند سی صورت مجھے — یاد کیوں آنے لگا پھر شکوۂ فرقت مجھے

گر یونہیں رکھے گی مضطر عمر بھر الفت مجھے
چین سے کب رہنے دے گی فرقت مجھے

شدت درد محبت سے یہ ثابت ہو گیا
جان لے کر بھی نہ چھوڑے گی تری الفت مجھے

اک جھلک دیکھی کہ عقل و ہوش رخصت ہو گئے
کر گئی دیوانہ آخر چاند سی صورت مجھے

اب کوئی معشوق نظروں میں سماتا ہی نہیں
بھا گئی کچھ ایسی اے ظالم تری صورت مجھے

بال بکھرائے پریشاں آ رہی ہیں وہ ادھر
آج آتی ہے نظر اللہ کی قدرت مجھے

اس کو بھی بدنام کرتا اپنی رسوائی کے ساتھ
کیا کروں میں روکتی ہے یار کی حرمت مجھے

اپنے لب سے جب لگاتا ہوں میں ساغر ہجر میں
یاد آتی ہے لب جاں بخش کی لذت مجھے

دل کو آئینہ بنایا ہے مرے اللہ نے
اس میں آتی ہے نظر ہر ایک کی صورت مجھے

دم لبوں پر ہے نظر در پر ہے، دل میں اضطراب
جلد دکھلا دے الٰہی یار کی صورت مجھے

قبر میں بھی ساتھ رکھوں گا تری تصویر کو
تا فرشتوں کو یقیں ہو تجھ سے تھی الفت مجھے

حسن دلکش نے ترے، تصویر دونوں کو کیا
آئینہ حیراں ادھر ہے اس طرف حیرت مجھے

ہو چکے عشاق جب قرباں کہا سفاک نے
شکر ہے اللہ کا اب مل گئی فرصت مجھے

نالہ و فریاد دن بھر بیقراری رات بھر
چین ملتا ہی نہیں یارب کسی صورت مجھے

شاعروں میں شان اے عارف دوبالا ہو گئی
ہے جلیل القدر کا صدقہ ملی عزت مجھے

حسینوں کی تیغ ادا چاہیے
مجھے ان کا تیر جفا چاہیے

طبیبوں کی مجھکو دوا چاہیے
نہ ان زاہدوں کی دعا چاہیے

نمک پاش سے کہدے جا کے کوئی
مجھے زخم دل کی دوا چاہیے

دل و جاں بھی لے کر تم انجان ہو
کہو اب تمہیں اور کیا چاہیے

کہیں اپنے دل میں کر فیصلہ
جفا چاہیے یا وفا چاہیے

جگر بھی ہے حاضر دل و جاں بھی ہیں
ہو ارشاد اِن میں سے کیا چاہیے

تصور میں بھی جو نہ آئے کبھی
وہ پردہ نشیں دلربا چاہیے

ستم کا مزہ لوٹنے کے لئے
بُتِ سنگدل بیوفا چاہیے

کہیں یار کا نقش پا مٹ نہ جائے
حفاظت سے سجدے کیا چاہیے

مسیحا جو بالیں پہ آئے تو کیا
مدینے کی مجھکو ہوا چاہیے

کرے اک نظر سے جو عالم کو مست
شراب اُس کے ہاتھوں پیا چاہیے

تقاضا ہے دل کا کہ اب ہند سے
مدینے میں یہ چل کر رہا چاہیے

شہادت کی غافل جو ہو آرزو
تہِ تیغ اپنا گلا چاہیے

چلا تم نے نہ تو ناوک جفا کے
ذرا تو رحم کر بندے خدا کے

نہ کر جور و جفا بدلے وفا کے
خدا کا خوف کر بندے خدا کے

فدا جب سے ہوئے زلفِ دوتا کے
ستم سہنے پڑے ہم کو بلا کے

تصور میں بھی وہ شرمیلی صورت
نہ آئی سامنے مارے حیا کے

دلِ ناداں مرا کہنا جو سنتا
نہ آتا دام میں زلفِ دوتا کے

یہ ہر صورت مرا دل لے چلا وہ
خفا ہو کے، بگڑ کے مسکرا کے

پلٹ کر بوسہ لے لیتا تھا ہم کو
ہوئے بدنام ہاتھ اُن کو لگا کے

تبسم سے گرائی اُس نے بجلی
ہنسایا زخمِ دل کو مسکرا کے

بتوں کے اب خدا پالے نہ ڈالے
بہت پچھتائے ہم تو دل لگا کے

زمیں پر پاؤں وہ رکھتے نہیں ہیں — جو ہیں عاشق تمہارے نقشِ پا کے
خدا رکھے مرے قاتل کو جس نے — رکھا تسمہ نہ گردن سے لگا کے
کبھی گیسو، کبھی رخ پر فدا ہوں — مشاغل ہیں یہی صبح و مسا کے
اگر تم ٹال دو گے بات میری — بہت پچتاؤ گے دل کو دکھا کے
یہ دل ہے جس کو سب کہتے ہیں کعبہ — نہ کر برباد یوں گھر کو خدا کے
ہے دل ممنونِ احسانِ ستمگر — بیاں کیونکر ہوں شکوے بیوفا کے

جلیلؔ القدر کا صدقہ ہے عارفؔ
غزل لکھی ہے اچھی دل لگا کے

اللہ کا کلام ہے، قرآنِ مصطفےٰ — کیا شان ہے خدا کی قسم شانِ مصطفےٰ
کیونکر کہوں کہ ہوں میں ثنا خوانِ مصطفےٰ — ادنیٰ سا ہوں غلامِ غلامانِ مصطفےٰ
یوسفؑ سے ہیں ہزاروں خریدار آپ کے — بازارِ حسن میں ہے عجب شانِ مصطفےٰ
اس دن گناہگاروں کی کیسی بن آئیگی — تھامے رہیں گے حشر میں دامانِ مصطفےٰ
جب آپ ہی کے دم سے ہوئی ساری کائنات — پھر کیوں نہ ہو خدائی پہ احسانِ مصطفےٰ
اولادِ فاطمہؓ کی ذرا شان دیکھئے — اک قلبِ مصطفےٰ ہی تو اک جانِ مصطفےٰ
صدیقؓ پاک اور عمرؓ، اور غنیؓ علیؓ — یہ چار ہی صحابہؓ تھے دیوانِ مصطفےٰ
رضواں کو حکم ہوگا یہ ربِ جلیل کا — جنت میں پہلے جائیں گے مہمانِ مصطفےٰ
قدسی تھے نغمہ زن شبِ معراج اس طرح — عرشِ بریں پہ دیکھو ذرا شانِ مصطفےٰ

سب کام اپنے بگڑے ہوئے بن ہی جائیں گے
عارفؔ جو تم رہو گے ثنا خوانِ مصطفےٰ

آج گھر تک آپ کیا آکر چلے
میرے حق میں حشر برپا کر چلے

اُن کے ہاتھوں سے اگر ساغر چلے
ہے تمنّا رات بھر دن بھر چلے

قبر سے یاد آگئی میری وفا
دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر چلے

شکر ہے ارمانِ دل پورے ہوئے
جن پہ مرنا تھا انہیں پر مر چلے

حشر تک بیخود رہیں گے بادہ خوار
گر تمہارے ہاتھ سے ساغر چلے

مرحبا کہتا رہوں گا بار بار
حلق پر خنجر جو رُک رُک کر چلے

جیتے جی ہم نے تو در چھوڑا نہیں
شکر ہے اُس کی گلی سے مر چلے

عارف اُس نے ایسی کچھ ڈالی نظر
دل پہ گویا سینکڑوں خنجر چلے

جب وہ کر کے سنگار آتا ہے
پیار پر مجکو پیار آتا ہے

تو ٹھہر جا اجل خدا کے لئے
میرے بالیں پہ یار آتا ہے

پھول کیوں ہنس رہے ہیں گلشن میں
کیا کوئی گلعذار آتا ہے

شمعِ تربت نسیم گُل کر دے
اک بتِ پردہ دار آتا ہے

کھینچی جب تیغ اُس نے میں نے کہا
سر کفِ جاں نثار آتا ہے

بعدِ مُردن وہ میری تربت پر
بار بار اشکبار آتا ہے

پاک بازی کی لاکھ کھاؤ قسم
ہم کو کب اعتبار آتا ہے

اپنے کشتے کی قبر پر قاتل
سرنگوں شرمسار آتا ہے

آج مقتل میں عارف جاں باز
دیکھو دیوانہ وار آتا ہے

دیکھ کر اشکبار عارف کو
شبِ وصل اُن کو پیار آتا ہے

خدا گر دے مجھے قدرت تو لوں تو سی گلے مل کے
بنائے جس نے اپنے ہاتھ سے ساغر مری گل کے

پسِ مردن بھی اُس ناوک فگن کی یاد آتی ہے
دعا دیتے ہیں ہم دل سے اسے پھر خاک میں مل کے

یہ دل میں آرزو ہے اُس کے سینے میں کھٹکوں ہم
جدا مجھ سے نہ ہو قاتل ترا خنجر گلے مل کے

محبت میں کسی سفاک کی مرنا ہے لا حاصل
نہ نکلے ہیں نہ نکلیں گے کبھی ارمان دل کے

سرِ مقتل مرا ہے امتحاں دیکھا عارف
مرے ارمانِ دل نکلیں گے یا ارمان قاتل کے

کس طرح نکلے دلِ نخچیر سے
حسرتیں لپٹی ہوئی ہیں تیر سے

ہو گیا اُلٹا اثر تقدیر سے
پھنک گیا دل آہ کی تاثیر سے

خامشی کا ہم گلا کس سے کریں
آپ سے یا آپ کی تصویر سے

ہم تصور میں کسی کی زلف کے
کھیلتے ہیں قید میں زنجیر سے

کھینچ پہلو سے نہ اپنے ناوک فگن
دل کو ہے تسکین تیرے تیر سے

دل میں اپنے دیکھ کر تصویرِ یار
ہو گئے حیرت زدہ تصویر سے

اب ہوا منت شکرِ قاتل کے لئے
زخم نے پائی زباں شمشیر سے

اس خطا پوشی کے صدقے پھر بھی ہم
منفعل ہوتے نہیں تقصیر سے

لکھ دیا کیوں ہم کو محرومِ وصال
یہ گلا ہے کاتبِ تقدیر سے

تیغِ فرقت کر چکی کشتہ مجھے
اب گلا کیوں کاٹئے شمشیر سے

جس کے دل میں ہو تصورِ یار کا
اُس کو عارف کیا کسی تصویر سے

دلِ ناداں یہ ماجرا کیا ہے
کیوں پریشاں ہے تو ہوا کیا ہے

تم مسیحا اگر ہمارے ہو
دردِ دل کی کہو دوا کیا ہے

بے پیئے کہتے ہو بری ہے شراب
شیخ صاحب تمہیں ہوا کیا ہے

لطفِ مہر و وفا اٹھاتے ہیں
ہم نہیں جانتے جفا کیا ہے

مر گئے ہم اسی تمنا میں
یہ نہ پوچھا کہ مدعا کیا ہے

زلفیں بکھری ہوئی ہیں خیر تو ہے
کہیے کہیے یہ ماجرا کیا ہے

میری آنکھوں سے میری صورت سے
صاف ظاہر ہے مدعا کیا ہے

آپ پر جان کی نثار تو کیا
بے بضاعت ہوں حوصلا کیا ہے

اچھی صورت پہ دل مچلتا ہے
ہائے کم بخت کو ہوا کیا ہے

میری ہر بات پر بگڑتے ہو
خوش ادا تم ہو یہ ادا کیا ہے

جس کو عارف دیا ہے دل تم نے
دشمن جاں ہے دلربا کیا ہے

آنکھ جس شوخ کی غزالی ہے
اس کی ہر اک ادا نرالی ہے

مجھ سے ناصح نہ کر مذمتِ مے
وہ تو کچھ میری دیکھی بھالی ہے

جان جاتی ہے ہر ادا پہ مری
جو ادا ہے تری نرالی ہے

بیوفا بیوفا کہو نہ مجھے
میرے حق میں یہ عین گالی ہے

بے خبر ہو گیا ہوں عالم سے
نظر اس نے کچھ ایسی ڈالی ہے

اس نے آباد کر کے خانۂ دل
جسم میں میرے جان ڈالی ہے

بتِ بیداد گر کب آتا ہے
موت بالیں پہ آنے والی ہے

کرلو دیدار آخری ہے وقت
جسم سے جان جانے والی ہے

نکہتِ گُل سے آج بادِ صبا
مست ہم کو بنانے والی ہے

کیا رنگیلا بنا ہے وہ قاتل
سُرخ آنکھیں ہیں لب پہ لالی ہے

دونوں ہاتھوں سے اُس ستمگر نے
قبر پر آکے مٹی ڈالی ہے

وصل کی رات شمع رہنے دو
رات بھر یہ تو جلنے والی ہے

اُس کو کچھ بھی خبر نہیں میری
دیکھو کیسا وہ لااُبالی ہے

شمع کا کام کیا خوشی کے وقت
دُور کردو یہ جلنے والی ہے

بیوفا جس کو خلق کہتی ہے
وہی **عارف** کے دل کا والی ہے

دن کے کٹنے کی کیا خوشی **عارف**
شامِ فرقت بھی آنے والی ہے

اُن کو دل دے کے دلربا سمجھے
منفعل ہیں کہ ہم یہ کیا سمجھے

ہائے کیسی ہوئی خطا ہم سے
بے وفا کو جو باوفا سمجھے

کیا خبر تھی کریں گے وہ پامال
نیچی نظروں کو ہم حیا سمجھے

باز آتے نہیں ستانے سے
تم سے ظالم بُتو خدا سمجھے

ہے وہی قابلِ مبارکباد
ابتدا میں جو انتہا سمجھے

ہم تھے ناداں کہ دشمنِ جاں کو
حیف صد حیف آشنا سمجھے

چُوک کیسی ہوئی ارے توبہ
شیخ کو ہم جو رہنما سمجھے

دوست تو دوست ہم تو دشمن کو
ہم نوا، دوست آشنا سمجھے

ذکرِ مے اور وہ بھی مسجد میں
تم سے اے شیخ بس خدا سمجھے

کچھ سمجھ ہے تو چاہیے دل کو
ناوکِ ناز کو قضا سمجھے

وہی اچھا ہے سب سے اے عارف
آپ کو سب سے جو بُرا سمجھے

جو چاہو مجھ سے تم اے جان وہ تا امکان حاضر ہے
جگر حاضر ہے دل حاضر ہے میری جان حاضر ہے

نہ کیوں میں داورِ محشر کے آگے سرخرو جاؤں
دمِ رخصت کہا جب یار نے پیمان حاضر ہے

چھپا رکھ دخترِ رز کو آ گیا زاہد یہ ڈر ہے
کہیں وہ دیکھتے ہی کہہ نہ دے ایمان حاضر ہے

سرِ مقتل اگر قاتل پکارے جاں نثاروں کو
سرِ تسلیم خم کر دوں کہوں یہ جان حاضر ہے

خطِ عارض تمہارا دیکھ کر میں یہ سمجھا ہوں
تلاوت کر رہا ہوں سامنے قرآن حاضر ہے

مرے دل میں اگر پیکاں رہے مہمان خدنگ آشنا
تواضع کے لیے خونِ جگر ہر آن حاضر ہے

شہنشاہِ دو عالم اب مدینے جلد بلوا لو
وہاں آنے کو عارف ہر گھڑی ہر آن حاضر ہے

خرامِ ناز سے پامال کر دے اپنے عارف کو
ستمگر تیرے کوچے میں بصد ارمان حاضر ہے

شیخ مستی کا راز کیا جانے
لطفِ مے پاکباز کیا جانے

چشمِ گریاں کا رازِ سربستہ
سوز کیا جانے ساز کیا جانے

ہم سے سجدوں کا کچھ مزا پوچھو
شیخ لطفِ نماز کیا جانے

خاکساری و نازبرداری
بندۂ بے نیاز کیا جانے

تم مسیحا ہو کچھ علاج کرو
حالِ دل چارہ ساز کیا جانے

بُت پرستی سے حق پرستی ہے
ناوکِ ناز کی خلش عارفؔ

شیخ یہ امتیاز کیا جانے
یار کی چشمِ ناز کیا جانے

کٹتے کیونکر ہیں دن جدائی کے
آپ عارفؔ نواز کیا جانے

ناز و انداز دکھاتے ہیں جفا سے پہلے
جان میری لئے جاتے ہیں قضا سے پہلے

سبزہ آغاز تھا، وہ دن ہی بڑے اچھے تھے
بھولے بھولے تھے، نہ واقف تھے جفا سے پہلے

تم کرو عشق سے توبہ مگر اے حضرتِ دل
بچ کے نکلو تو سہی زلفِ دوتا سے پہلے

اور کیا تو ہمیں پامال کرے گا ظالم
مٹ گئے مٹ گئے، ہم مشقِ جفا سے پہلے

غالباً رام ہی کر لوگے کسی بت کو ضرور
نام لیتے ہو جو تم نامِ خدا سے پہلے

ہم فدا ہونے کو تیار رہیں اُن پر لیکن
بات تو جب ہے کہ وہ آئیں قضا سے پہلے

اب نہ کیوں راہِ بقا ہم کو ملے گی عارفؔ
جب فنا ہو گئے ہم اپنی فنا سے پہلے

کیا بتاؤں کیا نگاہ ناز ہے
دلربائی کا اسی میں راز ہے

جان و دل ہوتے ہیں قرباں یار کے
دیکھنے کا بھی عجب انداز ہے

ناز اُٹھاتے ہم کو گذری عمر بھر
سچ تو یہ ہے تو سراپا ناز ہے

میرا دل ہے نغمۂ وحدت سرا
ہر رگ و پے میں مرے اک ساز ہے

چشم میگوں سے یہ ثابت ہو گیا
میکشی کا اس میں پنہاں راز ہے

دل کھچا جاتا ہے میرا خود بخود
یہ ترا جادو ہے یا اعجاز ہے

شوقِ پامالی میں عارف کیا کہیں
دل ہمارا فرشِ پا انداز ہے

مبارک ہو مبارک ہو کہ ختم المرسلیں آئے
جہاں میں شور اٹھا رحمت اللعالمیں آئے

منور ہو گیا عالم جو وہ ماہِ مبیں آئے
مٹانے کفر و ظلمت کو جہاں میں شاہِ دیں آئے

تمہارے مصحفِ رخ کا تصور جس کے دل میں ہے
معاذ اللہ نظر میں اس کی کوئی مہ جبیں آئے

دمِ آخر جو آپ آئے قرار آیا مرے دل کو
بہت جانِ حزیں مضطر تھی کیوں اب تک نہیں آئے

ہر اک صلِ علیٰ کہتا تھا میدانِ قیامت میں
شفاعت کے لئے جس دم شفیع المذنبیں آئے

نبوت کا یقیں جن کو نہ تھا سرکار نے اُن کو
دکھایا معجزہ شق القمر کا تا یقین آئے

حبیبِ کبریا معراج کی شب جب چلے گھر سے
فرشتے کہہ رہے تھے زینتِ عرشِ بریں آئے

تردد نزع کا جاتا رہا جب یہ نظر آیا
کہ جانِ آمنی ادھر لب پر ادھر سلطانِ دیں آئے

زہے طالع کہ میں اُن کے غلاموں میں ہوں اے عارف
جنہیں سدرہ سے لینے کے لئے روح الامیں آئے

اے بادِ خزاں آج یہ کیا کر کے چلی ہے
بلبل کو گلستاں سے جدا کر کے چلی ہے

لو بادہ کشو تم کو یہ مژدہ ہو مبارک
سرسبز گلستاں کو صبا کر کے چلی ہے

آمد ہے دمِ صبح یہ کس کی سوئے گلشن
غنچوں کو جو بیدار صبا کر کے چلی ہے

ہے ناز بھری چال میں اندازِ قیامت
ہر گام یہ اک حشر بپا کر کے چلی ہے

کیا ہوش رُبا کوچۂ گیسو کی ہَوا تھی
عارفؔ کو بھی دیوانہ ترا کر کے چلی ہے

آج ساقی کی مہربانی سے
مست ہوں جامِ ارغوانی سے

شاہِ عثماں زمینِ جاہ و حشم
شادمانی سے، کامرانی سے

حسن کے سرکار کی ہے سالگرہ
دل ہے بیتاب شادمانی سے

ساقیا چشمِ مست کا صدقہ
دے کوئی جام مہربانی سے

جھگڑے جاتے رہے حسینوں کے
پیری اچھی رہی جوانی سے

کیا کوئی بحرِ حسن یاد آیا
اشک بہتے ہیں کیوں روانی سے

عارفؔ اللہ پر یقین رکھو
یونہیں گزرے گی اپنی بانی سے

کشتی مری صد شکر کہ ساحل سے لگی ہے
محنت تو ٹھکانے بڑی مشکل سے لگی ہے

آسان ہی ہو جائے گی مشکل رگِ جاں کی
اُمید یہی خنجرِ قاتل سے لگی ہے

بھولا ہے نہ بھولے گا سماں کربِ بلا کا
یادِ شہدا ایسی مرے دل سے لگی ہے

میں تڑپوں وہ تڑپائیں تہِ خنجرِ ابرو
کیا پیاری تمنا دلِ بسمل سے لگی ہے

کیا خاک بجھائیں گے مرے اشکِ محبت
یہ آگ کسی عارفؔ کامل سے لگی ہے

بندہ پرور آپ کیا دلبر بنے
آفتِ جاں فتنۂ محشر بنے

نعتیہ

کیا ہوا تم گل سے نازک گر بنے
میرے حق میں بُت بنے پتھر بنے

کیا کہوں میں شانِ شاہِ انبیاؑ
ماہِ کامل آپ سب اختر بنے

میکشوں کی لاج رکھ لی آپ نے
حشر کے دن ساقیٔ کوثر بنے

جس کو دیکھو ہے وہ شیدا آپ کا
واہ صاحب خوب جادوگر بنے

ماہِ نو تھے ابروئے پُرخم، مگر
جان لینے کے خنجر بنے

سنگدل ہے یار، شیشہ دل مرا
دیکھیں ان دونوں میں کیونکر بنے

دلرُبائی کیا اسی کا نام ہے
دردِ دل سن کر بھی تم پتھر بنے

ذکرِ مے پر میکشوں کا لوٹنا
حضرتِ واعظ سرِ منبر بنے

گھر مٹا دینا تو ظالم سہل ہے
بات تو جب ہے کہ دل میں گھر بنے

میکدے ہی میں ہُونگا مر کے بھی
میری مٹی کے اگر ساغر بنے

میکشوں کی رہبری کے واسطے
حضرتِ عارف بھی اب رہبر بنے

تمت

قطعۂ مبارکباد بتقریب سالگرہ مبارک اعلیحضرت قدر قدرت ظل سبحانی

سلطان العلوم شہریار دکن صانہ اللہ عن الشرور والفتن

پھر بہار آئی ہے گلستاں میں — نغمۂ بلبلاں مبارک ہو

پھر تمہیں دختِ رز کے متوالو — دورِ پیرِ مغاں مبارک ہو

دورِ جامِ بقائے شاہِ دکن — ہر گھڑی ہر زماں مبارک ہو

تجکو اے تاجدارِ ملکِ دکن — یہ شکوہِ زماں مبارک ہو

ہز مجسٹی ہوں آصفِ سابع — یہ ہماری زباں مبارک ہو

شاہ کو شان و شوکتِ جمشید — تا قیامِ جہاں مبارک ہو

اوجِ طالع عروجِ اخترِ بخت — تجکو صاحبقراں مبارک ہو

شاہِ آصف کو جشنِ سالگرہ — اے خدا جاوداں مبارک ہو

اس طرح سے ہزاروں سالگرہ — اے شہِ کامراں مبارک ہو

فضلِ خالق سے کل رعایا کو — لطفِ شاہ زماں مبارک ہو

تجھ سے مدحت سرا کو اے عارف — خسروِ قدرداں مبارک ہو

قطعۂ تاریخ مبارکباد مسرت نہضت آفروزی شاہزادگان والاشان
ادام اللہ اقبالہم (از سیاحت یورپ)
قطعہ

قطعہ بجناب نواب نظامت جنگ بہادر دام اقبالہ

سابق صدرالمہام محکمہ سیاسیات سرکار عالی

۴۸۶
۴۹۲

بجناب راجہ بہادر وینکٹ راما ریڈی صاحب (او۔ بی۔ ای)

(کوتوال بلدہ سابق)

نظر میں شاہ کے تم منتخب ہو خوب افسر ہو
نہیں کوئی بشر ایسا کہ جو تم سا کمشنر ہو

ترے الطاف پر راجہ بہادر دل یہ کہتا ہے
ہمیشہ سر پہ تیرے سایۂ الطافِ داور ہو

دکن کی کوتوالی خوب تم کو زیب دیتی ہے
خدا رکھے تمہیں تم تو بڑے ہی بندہ پرور ہو

ہمیشہ تم پہ ہو چشمِ عنایت شاہِ آصف کی
رہو تم سرخرو نخلِ تمنا بارآور ہو

دکن میں فی زمانہ آپ کا ثانی نہیں کوئی
کرم فرما ہو محسن ہو بڑے ہی غم گستر ہو

بہی خواہوں کو تیرے حق تعالےٰ خوش رکھے دائم
ترے دشمن کی قسمت میں فلک کی طرح چکر ہو

دعا پر ختم ہے مدحت سرائی اپنے محسن کی
رہے اقبال تاباں جب تلک خورشید خاور ہو

ترے اخلاق نے دیوانہ عارف کو بنایا ہے
دعا ہے یہ مری ہر دم ترا اللہ یاور ہو

دکن کی زبان فیصلہ دعا، دو روپے چار جلد کے (دسے) آٹھ روپیہ۔ ملنے کا پتہ۔
اسٹیشن نامپلی (جس باغ) مطبع ادبیہ

قطعہ تاریخ تعمیر شفاخانہ حیدرآباد دکن
شفاخانہ حیدرآباد دکن
۱۳ ف ۴۱
دار الشفاء اعظم حیدرآباد دکن
۳۲ ۶ ۱۹
دافع البلا شفاخانہ عثمانیہ
۳۲ ۶ ۱۹

قطعہ تاریخ بمسرت ولادت باسعادت میاں محمد مظہر علی ابن حکیم مولوی محمد اختر علی صاحب طبیب سرکاری مستقر عالم پور

ہوئی ولادتِ مظہر علی بصد اقبال	ہزار شکر الٰہی تری عنایت کا
بنا ہے گلشنِ ایمن مقامِ عالم پور	ترانہ بلبلیں گاتی ہیں اب مسرت کا
حکیم حاذقِ اختر علی کا ہے فرزند	یہ نونہال ریاضِ وقار و عزت کا
یہ بعد تہنیت اُن سے کہو تم اے عارف	عزیز لختِ جگر سال ہے ولادت کا
	۱۳ ھ ۷۸

قطعہ مبارکباد بتقریب شادی میمنت آبادی مولوی بشیر الدین صاحب ابن مولوی عبد النبی صاحب منتظم دفتر دیوانی و مال و ملکی سرکار عالی

بحمد اللہ کھلے سہرے کے پھول آج	مبارک خانہ آبادی مبارک
کہو عبد النبی صاحب سے عارف	بشیر الدین کی شادی مبارک

قطعہ تاریخ ولادت مولوی محمد اختر علی صاحب (حال طبیب سرکاری)

ابنِ خورشیدِ علی پیدا ہوا	حور و غلماں جان سے شیدا ہوئے
کہہ دو عارف نام سے سالِ سعید	مرحبا اختر علی پیدا ہوئے
	۱۳ ھ ۱۱

قطعہ تاریخ مبارکباد بتقریب شادی میمنت آبادی

میاں خورشید احمد طول عمرہٗ ابن عمدۃ الحکما مولوی فقیر احمد صاحب

فقیر تلمیذ ظہیر دہلوی

صبح اقبال خورشید

۱۳ ھ ۵۴

دوبالا ہو گیا ہے حسنِ نوشہ آج سہرے سے
تصدق ہو رہے ہیں جس پہ مہر و ماہ کیا کہنا

مسرت سے نہیں پھولے سماتے باپ نوشہ کے
گھڑی ایسی مبارک آئی ہے اے واہ کیا کہنا

بہو آئی ہوا آباد گھر شادی مبارک ہو
خوشی کی بات ہے اے والدِ نوشاہ کیا کہنا

محبت کو تمہاری دیکھکر عالم یہ کہتا ہے
تمہارا پیار کیا کہنا، تمہاری چاہ، کیا کہنا

کھلے ہیں پھول مقصد کے تمنا آج بر آئی
تری رحمت کے صدقے اے مرے اللہ کیا کہنا

ملا ہے آج اچھا مصرعِ تاریخ اے عارف
میاں خورشید احمد کا ہوا ہی بیاہ کیا کہنا

۱۳ ف ۴۵

(قطعہ)

امیری سلسلے میں ہوں میں شامل فضل باری سے
یہ نسبت واسطے میرے بہت کافی ہے وافی ہے
مری کیا شاعری جس پر ہو مجھ کو فخر اے عارف
جلیل القدر کا شاگرد ہونا فخر کافی ہے

(رباعی)

ہر بات پہ اُن کا وہ مچلنا ہے ہے
ہر لحظہ وہ تیور کا بدلنا ہی ہی
پھر وقت سحر وہ میرے گھر سے عارف
خجلت زدہ دیکھ ہو کے نکلنا ہی ہی

قطعۂ تاریخ تعمیر نبی خانہ مولوی حاجی سید احمد خیر الدین صاحب

جانشین حضرت مولوی احمد خیر المبین صاحب مرحوم مغفور

ایک گھر کے ہیں نام دو کیا خوب
اک نبی خانہ اک علی خانہ

از طفیل جناب خیر امم
بہت اچھا بنا ولی خانہ

سال تعمیر لے اڑا عارف
کہدو عثمانیہ نبی خانہ

ھ ۱۳۵۴

قطعۂ تاریخ بتقریب شادی میمنت آبادی مولوی میر حامد علی صاحب

(صیغہ دار صدر محاسبی)

میر حامد علی بنے نوشہ
شکر پروردگار، کیا کہنا

کھل گئے پھول آج قسمت کے
نوشہ نامدار، کیا کہنا

اچھی تاریخ نکلی اے عارف
خبر خوشگوار، کیا کہنا

۱۳۵۶ ء ۱۹

عارف ابو العلائی مولف۔ فرہنگ عثمانیہ۔ شجرہ اعظم جاہ آصفیہ۔ سفر نظام علیخاں بہادر
تذکرۂ سلاطین دکن۔ حیات سرسالار جنگ (اول) مرحوم۔ اصول شاعری، احکام شرع، دکن کی زبان

قطعۂ تاریخ انتقال حضرت قاضی سیّد عبد الرحیم صاحب مرحوم و مغفور
قاضی پرگنہ ہت نورہ والد عارف ابوالعلائی
آہ قاضی سیّد عبد الرحیم
والد با جاہ مرے رخصت ہوا
سال رحلت میں عارف نے لکھا
قطب عالم داخل جنت ہوا

قطعہ تاریخ انتقال اہلیہ سیٹھ ہارون جینائی سکندرآباد

جو بالی تھی جنتی بی بی
ہو گیا اس کو قرب جا حاصل
سال کا سال ہے دعا کی عا
کہہ دو ہو رحمت خدا نازل

١٣ ھ ٥٢

قطعہ تاریخ انتقال کشن راؤ جیو آنجہانی ایڈیٹر اخبار مشیر دکن

صد افسوس عارف کہتے ہیں آج
ہوئے آنجہانی کشن راؤ جیو
عدد نکلے پا کر یہ تاریخ
کہ بیکنٹھ باسی کشن راؤ جیو

١٣ ھ ٥١

وحید الدہر حکیم ابو الفیض فقیر احمد رضا صاحب فقیر (عمدۃ الحکما) شاگرد رشید حضرت

نواب راقم الدولہ سید ظہیر الدین ظہیر دہلوی ملازم سرکار نظام خلد اللہ ملکہ

مولوی لطف علی عارف نے کیا
خوب ہی لکھا یہ دیواں بیمثال

وصف کیا لکھوں میں قاصر ہے زباں
آسمان علم کا ہے یہ ہلال

اُس کی ہر ہر بیت رشک حور ہے
دل نہوں کیوں شاعروں کے پائمال

گر ہو گلہائے معانی پر نظر
تختۂ جنت کا گذرے احتمال

شاعری انکی خدا کی دین ہے
یہ طبیعت یہ فصاحت یہ مقال

شستہ و رفتہ زباں ہے مستند
کون کرسکتا ہے اس میں قیل و قال

کی ہے ظاہر اپنی جودت ہر طرح
اور دکھایا ہے طبیعت کا کمال

ہر غزل لکھی قلم برداشتہ
کچھ عجب فکر طبیعت کا ہے حال

وہ فصاحت جنگ کے شاگرد ہیں
کیوں نہ ہو ہر شعر ان کا بیمثال

دوست کا دیوان ہے تجکو فقیر
چاہیئے تاریخ کا کچھ تو خیال

سال فصلی کہدے یہ منقوطہ میں
چھپ چکا ہے خوب تیز رنگ خیال

۱۳ ۰۰ فصلی ۴۵

دیگر

زہے دیوان عارف قاضی صاحب
کسی کی یہ زباں یہ بات ہے کب

طبیعت خوب پائی شاعری میں
کہاں انداز ایسے ہیں کسی میں

فدا ہیں اس سخن پر حور و غلماں
یہ دیواں ہے کہ جنت کا گلستاں

نرالا ڈھنگ ہے یکتا طبیعت — نئی بندش ہے مضموں میں ہی جدت

کہوں میں کیا زباں پائی ہے ایسی — فدا ہوتے ہیں جس پر لکھنؤ بھی

کسی جا حضرتِ آتش کا ہے رنگ — نسیم و رند کا ظاہر کہیں ڈھنگ

وزیر و خلیق کے انداز بھی ہیں — کہیں مضموں نرالے ناز بھی ہیں

سخن میں رنگ ایسا بھر گئے ہیں — قیامت میں قیامت کر گئے ہیں

یہ باغِ دلفریب اچھا لگایا — ہے جس پر خازنِ فردوس شیدا

کہیں ساقی کے پیمانہ کی حالت — کہیں مسجد کی، بتخانے کی حالت

کہیں لکھا مذاقِ عاشقانہ — کہیں ظاہر کیا حالِ زمانہ

کہیں خواہش وصالِ یار کی ہے — تمنا حسرتِ دیدار کی ہے

عجب نازک خیالی ہے سخن میں — مثال بیمثالی ہے سخن میں

لکھی رندوں کی ہے حالت کسی جا — بنائی واعظوں کی گت کسی جا

حسینوں کی رکھائی ہے کسی جا — رکاوٹ۔ بیوفائی ہے کسی جا

جو لکھی نظم وہ مرغوب لکھی — غرض جو بات لکھی خوب لکھی

مجھے اب چاہئے تاریخ کی فکر — اسی میں تخرجہ کا کردوں کچھ ذکر

ندا یہ ہاتفِ غیبی سے آئی — بھلا اب ایک کا کیا فکر کیسی

فقیر اب لکھ سند اشعارِ عارف — یہ دُر ہیں بے بہا گفتارِ عارف

جناب مولوی شعار احمد صاحب شعار حیدرآبادی

بفضلِ خالقِ کون و مکاں ہوا مطبوع — کلامِ شاعرِ شیریں بیانِ ملکِ دکن

ہوئی ہے عیسوی سن میں یہ طبع کی تاریخ — شعار لکھو یہ تم۔ ہے بہار باغِ سخن

۳۷ ۔ ۱۹

فاضل - جناب مولوی حکیم محمد زبیر رضا صاحب مولوی فاضل وکیل درجہ اول

قاضی منشی ہیں لطف میں بس جنکا نام
لکھتے ہیں فاضل ایسے تخلص جیتے ان کا کلام
مصرع تاریخ فاضل نے کہا ہے یہ
دیوان قاضی کا دیوان ان انتخاب عام

۱۲ ھ ۵۵

جناب مولوی مظفر حسین صاحب سلیمانی شاہجہانپوری

ہیں جو مشہور قاضی لطف علی — ہے ہر اک بات جنکی قند و نبات
قاضیوں کے ہیں صدر یہ عارف — جو ملا ان سے پا گیا عرفات
واقعی خوش مزاج انسان ہیں — شاعری جنکا مشغلہ دن رات
بزم احباب اُن سے ہے روشن — یہ رئیں دہر میں بصد حسنات
آج کل آپ کا چھپا دیواں — شاعروں کے لیئے ہے آبِ حیات
فکرِ تاریخ جب ہوئی دل کو — کہا ہاتف نے قاضی الحاجات

۱۲ ھ ۵۵

از جناب علامہ مولوی محمد عبد الحکیم صاحب مدیر (مولوی عالم منشی فاضل)

طبع شد دیوانِ قاضی آنکہ مجموعِ کمال
افصح شیریں زبان و شاعرِ نازک خیال
گفت ہاتف بہرِ تاریخِ طبع مصرعہ
یادگارِ عاصیِ جاویداں شکر مقال

۱۳۵۵ھ

جناب مولوی عبد الوکیل صاحب صابر القادری

ہوا حاصل جسے فنِ شعر میں حاصل کمال
فی زمانہ نظر آتی ہی نہیں جس کی مثال
طرزِ ادا ہے کیسی تو ہے کیسا سخن کا رنگ
ہے گنجینۂ حقیقی یہ عارف کا خیال

۱۳۵۵ھ

تالیفات مولوی عارف ابو العلائی صاحب

شجرہ اعظم جاہ آصفیہ عکسی

جو

حضرت آدم علیہ السلام سے شاہزادہ والاشان سرکار نواب اعظم جاہ بہادر ولیعہد دکن ادام اللہ اقبالہم - قیمت بلا فریم (للعہ) معہ فریم (لے)

(۲) سفر نواب میر نظام علیخان بہادر (آصف جاہ ثانی)

(۳) تذکرہ سلاطین دکن

(۴) حیات سر سالار جنگ اول مرحوم

(۵) اصول شاعری

(۶) احکام شرع

مندرجہ بالا کتابیں اس وقت زیر طبع ہیں عنقریب انکی اشاعت کا اعلان کیا جائیگا

مطبوعہ مطبع [illegible] نامپلی حیدرآباد دکن (جس باغ)

اہل دکن کے لئے مژدۂ جانفزا ہے کہ دکن کی زبان مؤلفہ ابو العارف

جناب مولوی میر لطف علی صاحب عارف ابو العلائی قاضی پرگنہ ہنوہ

سرکار عالی صوبہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

زیر اشاعت ہے

اس کتاب کے دیکھنے سے معزز ناظرین کو معلوم ہوگا کہ زبان دکن کی نسبت جیسی کچھ عام طور پر غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ بالکل غیر فصیح اور عامیانہ زبان ہے بالکل غلط اور قابل نظر انداز ہے اس کتاب کے دیکھنے کے بعد ظاہر ہو جائیگا کہ فی الحقیقت یہ زبان گو اسوقت متروک ہے لیکن غیر فصیح اور عامیانہ ہونیکے الزام سے مبرّو منزہ ہے اس زبان کے متروک ہونیکی مثال بعینہٖ ایسی ہے جیسی کہ دہلی اور لکھنؤ کی متروک زبان جس طرح دہلی اور لکھنؤ کی متروک زبان اپنے زمانہ میں فصیح سمجھی جاتی تھی اسی طرح دکن کی زبان کا بھی اپنے زمانہ میں یہی حال تھا لائق مولف نے اس کتاب کو اسناد کے ساتھ مدلل کیا ہے اور بڑی جانفشانی کے ساتھ تالیف کی ہے جس کا تعلق دیکھنے سے ہے برادران ملک بلحاظ اسکے کہ کتاب اپنے وطن کی زبان کا ایک بڑا خزانہ ہے۔ بہت جلد اسکی خریداری میں حصہ لینگے اور خریداروں کی فہرست میں جلد اپنا نام درج کرائینگے! اس کتاب کے چار حصوں کی قیمت (مے) آٹھ روپے ہے جو اصحاب قبل از اشاعت پیشگی قیمت روانہ فرمائینگے۔ اُن کے ساتھ رعایتی قیمت (لعہ) چھ روپے ہوگی۔

المعلن

سید علی اکبر حیدرآبادی